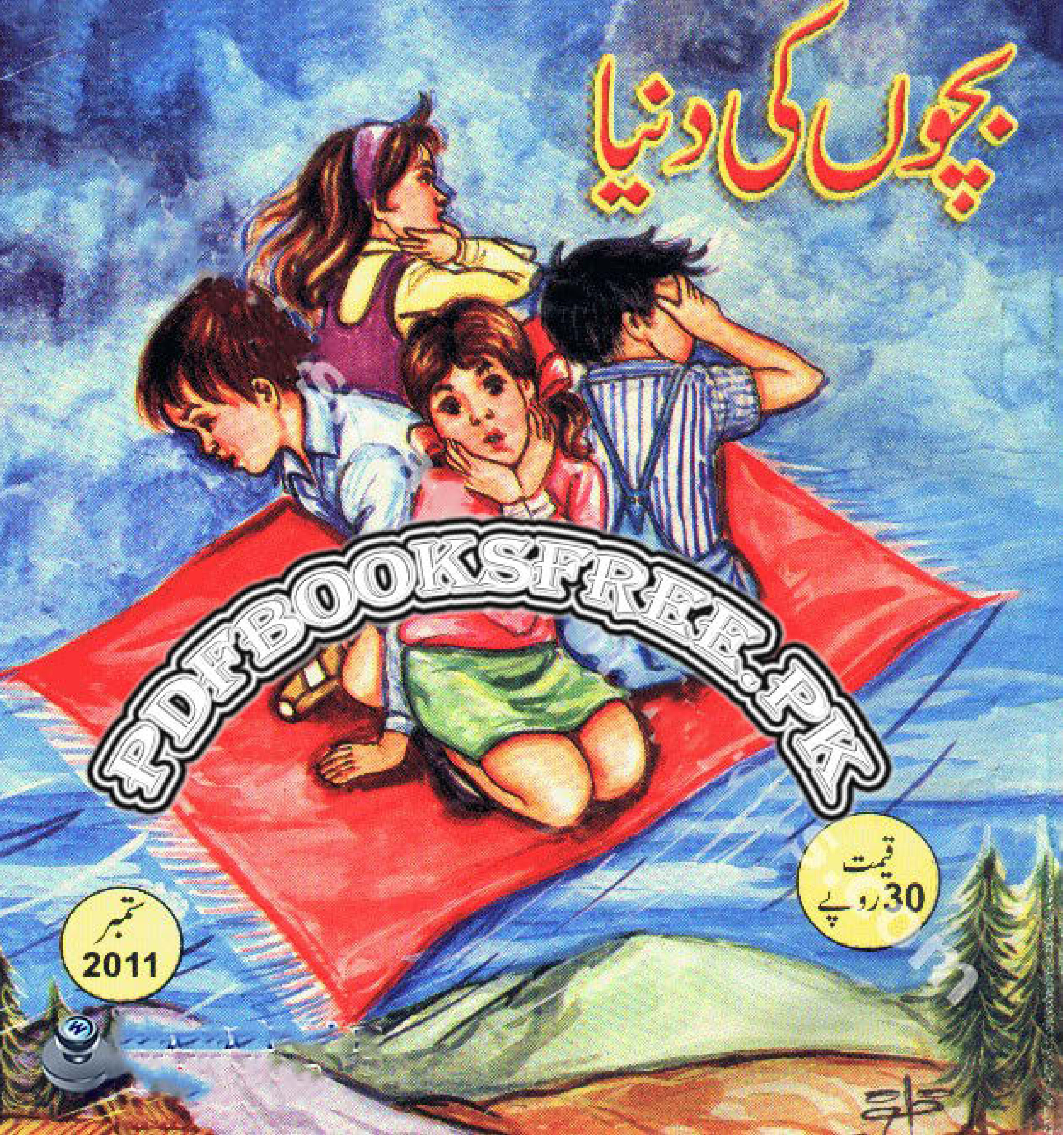

بچوں کی دنیا
قیمت
30 روپے
ستمبر
2011
PDFBOOKSFREE.PK

بانی: محمد امین شرقپوری
محمد سلیم شرقپوری

ماہنامہ

بچوں کی دنیا

لاہور

منظور شدہ محکمہ تعلیم

بچوں کی پیاری پیاری کہانیوں کا مشہور رسالہ

جلد نمبر 63 | شمارہ نمبر 9 | ستمبر 2011ء



لکھنے والے

- نعیم میاں
- نورا کینہ قاضی
- مقبول احمد دہلوی
- حبیب اللہ حمیدی
- پروفیسر محمد ظریف
- ضیاء ساجد
- امتیاز علی
- چاند بی بی
- عمران قریشی
- مقصود ایاز
- پروفیسر محمد سلیم خان

اور بہت سے دوسرے

مدیر
مقبول احمد دہلوی

ایڈووکیٹ [illegible]

قانونی مشیر
نعیم ملک ایڈووکیٹ (ہائی کورٹ)

زیر اہتمام مطبوعات
سلیم پبلیکیشنز، شاہ عالم گیٹ، لاہور ۔ ۲۷

مقام اشاعت:
دفتر ماہنامہ "بچوں کی دنیا"
شاہ عالم گیٹ لاہور 27

قیمت: 30 روپے

زر سالانہ
عام ڈاک سے 300/
بذریعہ رجسٹری 400/
سالنامہ کہانی نمبر اور خاص نمبر سمیت

محمد نعیم شرقپوری پبلشر نے زاہد بشیر پرنٹرز لاہور سے چھپوا کر "بچوں کی دنیا" شاہ عالم گیٹ لاہور سے شائع کیا۔



حمد باری تعالیٰ

زمین آسماں اور دریا شجر
چرندے پرندے حیوان و بشر
حسین یہ نظارے و شام و سحر
سبھی کچھ خدا نے بنایا ہے یہ

چمن میں گلوں کی کیا مہکار ہے
ہر اِک لہلہاتا سا اشجار ہے
بہت گرم قدرت کا بازار ہے
سبھی کچھ خدا نے بنایا ہے یہ

ستاروں کے چلتے ہوئے کارواں
بتاتے ہیں قدرت والے کے نشاں
سجایا ہے جس نے یہ سارا جہاں
سبھی کچھ خدا نے بنایا ہے یہ

شاعر:



نعت رسول مقبول ﷺ

منفرد سب سے حسیں، سب سے جدا، بس آپؐ ہیں
سرورِ دیں اور محبوب خدا ، بس آپؐ ہیں

رحمت عالم ، امیں ، صادق ، سخی ، خیر البشر
جو مرے ہونٹوں پہ ہے وہ التجا، بس آپؐ ہیں

میں خوش قسمت کہ ہوں میں آپؐ کے در کا گدا
بالیقیں ، بااعتبار و باوفا ، بس آپؐ ہیں

آپؐ ہی انسانِ کامل ، آپؐ ہی وجہ کائنات
ہادی اعظم ، حقیقی رہنما ، بس آپؐ ہیں

جو ملا مجھ کو وسیلے سے ملا بس آپؐ کے
دوست دشمن کے مساوی ہم نوا، بس آپؐ ہیں

آپ کی اُمت پر ضیغم ناز فرمائے نہ کیوں؟
حشر کے دن ہم سبھی کا آسرا، بس آپؐ ہیں

شاعر: ضیغم حمیدی

سنیئے

پیارے بچو! السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ!

گزشتہ ماہ کے خوفناک نمبر کو ملک بھر میں بے حد پسند کیا گیا ہے جس کا ثبوت ہمیں وصول ہونے والے بیشمار خطوط ہیں جن میں بچوں نے اس خوفناک نمبر کے بارے میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر تعریفی کلمات لکھے ہیں۔ آپ سب لوگوں کا ہم شکریہ ادا کرتے ہیں کہ آپ نے خوفناک نمبر پڑھ کر ہمیں اپنی رائے سے مطلع کیا۔ ہم آئندہ بھی آپ لوگوں کیلئے ایسے ہی شاندار خوفناک نمبر پیش کریں گے۔

پیارے بچو! یہ ستمبر کا مہینہ ہے۔ 6 ستمبر 1965ء کے دن کو پاکستان کی تاریخ میں ہمیشہ ایک یادگار دن کے طور پر یاد رکھا جائے گا کیونکہ اس دن ہمارے ہمسایہ ملک بھارت نے ہمارے پاک وطن پر رات کی تاریکی میں اچانک حملہ کر دیا تھا اور دشمن فوج کے کمانڈر کا دعویٰ تھا کہ ہم شام کی چائے لاہور کے جم خانہ کلب میں پئیں گے۔ لیکن مشکل کی اس کٹھن ترین گھڑی میں پاک فوج نے کم تعداد اور کم اسلحے کے باوجود جرات، بہادری، سرفروشی کی بے شمار لازوال مثالیں قائم کیں اور دشمن کو منہ توڑ جواب دیا بلکہ دشمن کے بہت سے علاقوں پر قبضہ بھی کر لیا۔ آخر کار اقوام متحدہ کی مداخلت سے یہ جنگ بند ہو گئی مگر اس جنگ میں پوری قوم نے پاک فوج کے شانہ بشانہ دشمن کا مقابلہ کیا تھا۔ آج بھی اس جذبے کی ہماری قوم کو اشد ضرورت ہے تاکہ ہم وطن عزیز پر منڈلاتے ہوئے اندرونی و بیرونی خطرات کا مقابلہ کر سکیں اور وطن عزیز کو ایک ناقابل تسخیر ملک بنانے میں کردار ادا کر سکیں۔ اچھا بچو! اب اجازت دیں، خدا حافظ۔

آپ کا بھائی

ننھے کے کارنامے

تحریر: نعیم میاں



مگر ننھے کا ایک ہاتھ آزاد تھا۔ اُس نے فوراً ہی جیب سے چاقو نکالا اور گلے میں پڑی ہوئی رسی کو کاٹ ڈالا اور پھر نیچے گر گیا۔ اُس نے جو سر اُٹھا کر اوپر دیکھا تو درخت پر دو جنگلی تھے۔ وہ جنگلی بہت حیران تھے۔ اِس سے پہلے کہ جنگلی اِس درخت سے نیچے اتر کر ننھے کو پکڑتے، ننھے نے واپس دوڑ لگا دی۔ جنگلی بھی درخت سے نیچے اتر کر اس کے پیچھے





ننھا بھاگا جا رہا تھا کہ پولیس انسپکٹر
بھی ڈاکوؤں کا پیچھا کرتے ہوئے اُس
طرف آ گیا۔ اُس نے جو ننھے کو جنگل کی
طرف سے بھاگ کر آتے ہوئے دیکھا
تو حیران ہوا اور پھر اُس کی نگاہ دونوں
جنگلیوں پر پڑی تو وہ صورتحال سمجھ



گیا۔ اُس نے جلدی سے پستول نکالا
اور اِن جنگلیوں پر فائر کر دیا۔ اب تو وہ
جنگلی بہت گھبرائے اور اُلٹے قدموں
جنگل میں واپس بھاگ گئے۔ تھانے
دار نے ننھے کے نزدیک آ کر جیپ
روک لی اور بولا:



''ننھے! تم یہاں کہاں؟ اور یہ جنگلی تمہارا پیچھا کیوں کر رہے تھے؟''

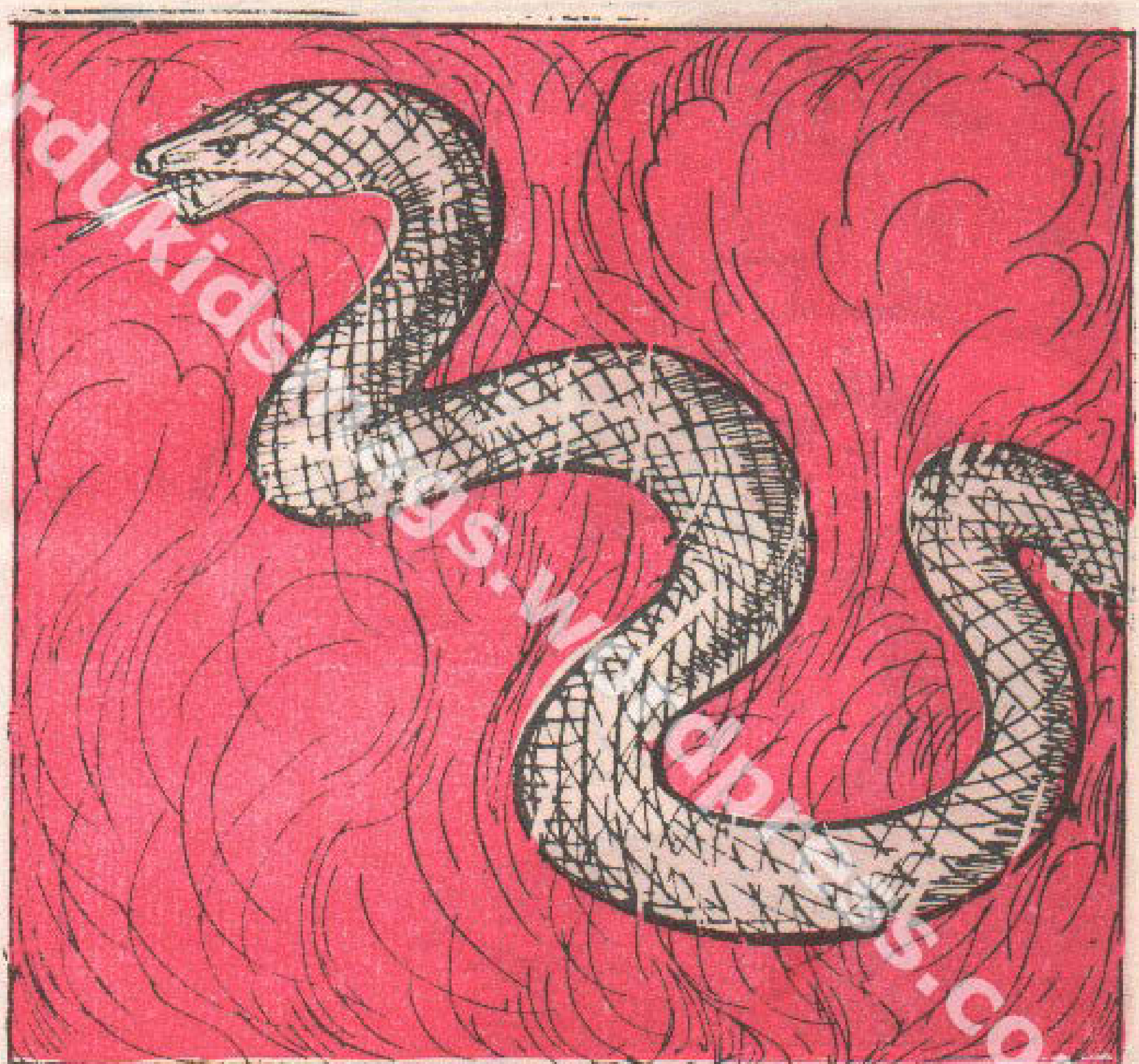
ننھا بولا:

''انسپکٹر صاحب! میں اِن ڈاکوؤں کے پیچھے آیا تھا جن کے بارے میں معلوم ہوا تھا کہ وہ حوالات سے بھاگ گئے ہیں''



تھانے دار بولا:

''میں بھی اِن ڈاکوؤں کے پیچھے ہی آیا ہوں مگر میرا اندازہ ہے کہ ڈاکو اِس طرف کو نہیں گئے ہیں۔ اِس طرف تو جنگلی تمہار



فخر النساء اور ولی عہد شہزادہ شہاب الدین کی خواب گاہیں تھیں۔ محل کی روشنی ہونے کے باوجود ایسی خاموشی طاری تھی جیسے یہاں کوئی آبادی نہ ہو۔ آدھی رات بیت چکی

تھی۔ سایہ مختلف کمروں کے آگے سے گزرتا ہوا بالآخر شہزادے شہاب الدین ... شہزادہ شہاب الدین ... سو رہا تھا۔ سایہ



پٹاری لئے اب اُس کے پلنگ کی طرف بڑھ رہا تھا۔قریب جا کر سایہ رک گیا۔اُس نے اطمینان کرنے کیلئے کہ کوئی دیکھ تو نہیں رہا، کمرے کے چاروں طرف

نگاہ کی جس میں ہوا کیلئے سنگ مرمر کی متعدد جالیاں لگی ہوئی تھیں اور اُن میں ... جالی ... بادشاہ بہادر شاہ کی چھوٹی ملکہ نور ... تھا

اطمینان کے ساتھ پٹاری کا ڈھکنا اٹھا دیا۔ ایک خوفناک پھنکار کے ساتھ پٹاری سے شیش ناگ نے سر کو ابھارا۔ سائے نے سرگوشی کی:

"شیش ناگ! اسی دن کیلئے میں نے چلہ کشی کر کے بڑی مشکل سے جادو کے زور سے تجھے غلام بنایا تھا۔ آج تیری آزادی کا دن آچکا ہے لیکن پہلے تجھے اس شہزادے کو ڈسنا ہوگا۔ اس کے جسم میں اس قسم کا زہر داخل کر دے کہ اس کی موت واقع نہ ہو بلکہ اس کے جسم کے سارے اعضاء ہی سُن ہو جائیں اور یہ اپنی مرضی سے حرکت نہ کر سکے۔ آنکھوں سے سب کو دیکھتا رہے لیکن زبان سے بول نہ سکے۔ اس کے بعد میں تجھے اپنے جادو کی قید سے آزاد کر دوں گا اور تو اپنی پیاری ناگن ملکہ کے پاس واپس جا سکے گا۔"

شیش ناگ ایک دفعہ پھر پھنکارا، اور پھر پٹاری سے اپنے پھن کو لہرا کر سوتے ہوئے شہزادے کے بازو پر ڈس لیا۔ سائے نے جلدی سے پٹاری بند کی اور جلدی جلدی خواب گاہ سے باہر آ گیا جہاں چھوٹی رانی نور محل نے اشرفیوں سے بھری تھیلی اُسے دے کر کہا:

"ناگی بابا! تم نے کمال کر دیا۔ اب میرے ساتھ آؤ تاکہ میں تمہیں محل سے حفاظت کے ساتھ باہر نکال دوں"..........

محل میں کہرام مچ گیا جب خواب گاہ میں ملکہ فخر النساء نے اپنے لاڈلے بیٹے کو ایک زندہ لاش کی طرح پڑا پایا۔ اس نے روتے روتے اپنے سر کے بال نوچ ڈالے۔ بادشاہ بہادر شاہ کو بھی اپنے ولی عہد سے بے پناہ محبت تھی۔ وہ بھی پریشان ہو گیا۔ سارا محل ماتم کدہ بن کر رہ گیا تھا۔ ہر کوئی شہزادے کی اس حالت پر سوگوار تھا سوائے چھوٹی ملکہ نور محل کے۔

بہادر شاہ کی دو بیویاں تھیں۔ بڑی ملکہ فخر النساء کے بطن سے شہزادہ شہاب الدین تھا جو بڑا ہونے کی وجہ سے ولی عہد تھا جبکہ چھوٹی ملکہ نور محل کے بطن سے نصیر الدین تھا۔ نصیر الدین سوتیلا ہونے کے باوجود بڑے بھائی سے محبت کرتا تھا لیکن چھوٹی ملکہ اپنے بیٹے کو ولی عہد بنانے کیلئے دن رات سازشوں میں مصروف تھی یہاں تک کہ اُس نے مشہور جادوگر جوگی ناگی کی خدمات حاصل کرتے ہوئے شہزادے شہاب الدین کو شیش ناگ سے ڈسوا دیا۔

شہزادے شہاب الدین کے کمرے میں وزیراعظم، سپہ سالار اور دیگر سرداروں کے علاوہ بادشاہ کے حضور ایک بوڑھا جادوگر

شہزادے کے متعلق معلومات حاصل کرنے کیلئے جدوجہد میں مصروف تھا۔ ساتھ والے کمرے سے دبی دبی بڑی ملکہ کی سسکیوں کی آواز مسلسل آرہی تھی۔ کمرے میں موجود وزیراعظم سمیت سب ہی شہزادے سے محبت کرتے تھے یہاں تک کہ کونے میں کھڑا شہزادہ نصیر بھی آنسو بہا رہا تھا۔

جادوگر نے بالآخر اپنی بند آنکھیں کھول کر شہزادے کے بازو پر موجود شیش ناگ کے دانتوں کے نشان کو دیکھا تو اُس کے چہرے پر اطمینان کی جھلک نظر آئی اور اُس نے بادشاہ سلامت سے کہا:

''حضور! میں نے شہزادے کی اِس حالت کا سبب جان لیا ہے''

بادشاہ نے اضطراب سے پوچھا۔

''جلدی بتاؤ' ہمارا کلیجہ کٹا جارہا ہے''

جادوگر نے جواب دیا:

شہزادے کو شیش ناگ سے ڈسوایا گیا ہے۔ اس طرح کہ یہ زندہ بھی رہیں لیکن مردوں کی طرح ورنہ شیش ناگ کا کاٹا تو جل کر بھسم ہوجاتا ہے۔ حضور یہ کسی دشمن نے وار کیا ہے''

''کون ہے وہ ذلیل اور کمینہ میں اُسے ایسے سزا دوں گا کہ دُنیا کانپ اُٹھے گی''

بادشاہ نے جلالت سے کہا۔

''حضور! چھوٹا منہ اور بڑی بات ہے۔ جان کی امان پاؤں تو عرض کروں''

''ہم نے تمہیں جان کی امان دی بے خوف و خطر بیان کرو جادوگر کہ وہ کون دشمن ہے؟''

بادشاہ نے پوچھا۔

جادوگر نے ڈرتے ڈرتے عرض کی:

''بادشاہ سلامت! وہ...... آپ کی چھوٹی ملکہ صاحبہ ہیں۔ میرا جادو یہی بتاتا ہے''

جادوگر نے ڈرتے ہوئے کہا۔ کمرے میں سناٹا چھا گیا لیکن جلد ہی شہزادے نصیرالدین نے بڑھ کر غصے سے ڈانٹا:

''تم بکواس کرتے ہو۔ اگر تمہارا علم سچا ہے تو کیا تم بہت سی عورتوں کے درمیان اُس چہرے کو پہچان سکتے ہو جس پر تم نے اتنا بڑا الزام لگایا ہے؟''

جادوگر نے اعتماد کے ساتھ جواب دیا:

''شہزادہ حضور! لاکھوں اور ہزاروں میں پہچان لوں گا۔ میرا علم جھوٹا نہیں' غلط پہچان کی تو آپ کو حق ہوگا تلوار کے...

شہزادے نے جواب دیا:

"ہمیں تمہارا فیصلہ قبول ہے۔ اگر یہ غلطی ہماری والدہ سے سرزد ہوئی ہے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ اب حضور کی بجائے میں اُن کو ایسی سزا دوں گا کہ جس کی مثال اس سلطنت میں ہمیشہ یاد رہے گی۔"

بادشاہ کے حکم سے محل کے بائیں باغ میں امراء وزراء کے گھرانوں کی عورتوں کے علاوہ محل کی تمام کنیزوں تک کو نہایت عمدہ لباس پہنا کر اکٹھا کیا گیا اور اس ہی جھرمٹ کے درمیان چھوٹی ملکہ کو بھی شامل کر دیا گیا۔ بادشاہ اور شہزادے نصیر الدین کے ساتھ جادوگر بائیں باغ میں داخل ہوا۔ نصیر الدین کے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی۔ بادشاہ کی آمد پر تمام عورتیں اس کی طرف متوجہ ہو گئیں جن میں ملکہ بھی تھی۔ تب بادشاہ نے جادوگر سے کہا:

"جادوگر! ان تمام عورتوں میں ہماری چھوٹی ملکہ بھی موجود ہے۔ اب تم ان میں سے پہچان کر بتاؤ کہ تمہارے جادو کے علم نے جس چہرے کی نشاندہی کی ہے وہ چہرہ ان میں کس خاتون کا ہے؟"

جادوگر ایک وسیع دائرے میں موجود عورتوں کو بغور دیکھتا ہوا بڑھتا رہا۔ بادشاہ اور شہزادے کے دلوں کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں۔ بالآخر وہ ایک جگہ رُک گیا اور اُس نے ایک عورت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

"بادشاہ سلامت! یہ ہے وہ چہرہ جسے میں نے پہچان لیا ہے۔ اسی نے یہ جرم کیا ہے"

بادشاہ اور شہزادے دونوں کی گردنیں جھک گئیں کیونکہ بلاشبہ وہ چھوٹی ملکہ ہی تھی جس کا چہرہ پسینے سے شرابور ہو گیا۔ تب بادشاہ نے گرج کر کہا:

"ملکہ جواب دو کیا جادوگر نے تمہیں پہچان کر جس الزام میں ملوث کیا ہے وہ سچ ہے؟"

ملکہ تھر تھر کانپ رہی تھی اور پسینے میں نہا رہی تھی۔ اُس نے بڑی مشکل سے اپنے خشک گلے کو تر کرتے ہوئے مری ہوئی آواز میں جواب دیا:

"یہ سچ ہے بادشاہ سلامت! میں ممتا کے ہاتھوں مجبور تھی اور اپنے بیٹے کو ولی عہد بنانا چاہتی تھی۔ واقعی شہزادے کو شیش ناگ سے ڈسوایا گیا ہے جو جوگی ناگی کے جادو کے زیرِ اثر تھا"

بادشاہ نے قہر میں آ کر پوچھا۔

"کہاں ہے وہ بدبخت جوگی ناگی۔ اُسے پیش کیا جائے"

"بادشاہ سلامت! وہ تو

دنیا میں نہیں ہے۔ اس لئے کہ شیش ناگ نے اُس کے جادو کے اثر سے آزاد ہوتے ہی انتقام لینے کی خاطر سب سے پہلے اُسے ہی ڈس لیا تھا اور وہ جل کر راکھ ہو گیا تھا"

بادشاہ نے زمین پر پاؤں مارتے ہوئے غصے کا اظہار کیا تو شہزادے نے عرض کی:

"ابا حضور! جوگی ناگی اگر مر چکا ہے تو کیا ہوا۔ ہم اس جادوگر سے بھی تو کام لیتے ہوئے شیش ناگ کے زہر کا توڑ معلوم کر سکتے ہیں"

جادوگر نے ادب سے جواب دیا:

"حضور! شیش ناگ کے زہر کا توڑ دنیا میں موجود نہیں۔ اس زہر کو صرف اُن کی ناگن ملکہ ہی چوس سکتی ہے جو ہر وقت شیش ناگ کے ساتھ رہتی ہے"

بادشاہ نے پریشانی سے کہا:

"لیکن وہ ناگن ملکہ کہاں سے آئے گی۔ کون اُسے لائے گا جبکہ خود شیش ناگ اُس کی حفاظت کرتا ہے"

جادوگر نے جواب دیا:

"میرے حضور! یہ کام تو کوئی دل والا ہی کر سکتا ہے۔ شیش ناگ تمام دنیا کے ناگوں کا بادشاہ ہے اور مہان طاقت کا مالک ہے۔ یہاں سے کوسوں دُور کالا پانی کے سمندر میں ایک چٹان سرخ رنگ کی اُبھری ہوئی ہے جس کے قریب پانی میں ایک زبردست بھنور موجود ہے۔ بڑے سے بڑا جہاز بھی بھنور میں آنے کے بعد نہیں نکل سکتا۔ اسی بھنور کے نیچے شیش ناگ کا ٹھکانہ ایک غار میں ہے جس کے باہر چاروں طرف پانی کے سانپوں کا پہرہ موجود ہے جو بے حد زہریلے ہیں"

بادشاہ نے مایوسی سے کہا:

"تو گویا وہاں تک پہنچنا ہی ناممکن ہے"

"دنیا میں کوئی چیز بھی ناممکن نہیں ہے۔ ابا حضور! اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ ہاں جادوگر آگے بتاؤ"

شہزادے نے سوال کیا، تو جادوگر نے اپنی بات دوبارہ شروع کرتے ہوئے کہا:

"حضور! چاند کی چودہ تاریخ کو جب چاندنی سمندر کے پانی سے چھن کر نیچے غار تک پہنچتی ہے تو اُس وقت شیش ناگ جی کے سامنے اُن کی رانی انسانی عورت کے روپ میں آکر رقص کرتی ہے۔ وہ عورت کے روپ میں آنے سے پہلے غار کو روشن کرنے کیلئے اپنے منہ سے ایک بڑا سرخ رنگ کا مرغی کے انڈے کے برابر من یعنی موتی نکال کر باہر رکھ دیتی ہے اور پھر اُس کی روشنی میں رقص کرتی ہے۔ اگر کوئی

پہرے سے بچ کر غار میں اس طرح داخل ہو جائے کہ شیش ناگ کو اُس کی بُو نہ آئے اور وہ من یعنی موتی اپنے قبضے میں کر لے تو ناگن ملکہ اُس کی غلام ہو جاتی ہے اور وہ جس طرح چاہے اُسے اُٹھا کر اپنے ساتھ لا سکتا ہے لیکن حضور! ناگن کے قبضہ میں آتے ہی شیش ناگ کے قہر اور انتقام سے بچنا بہت مشکل ہے جو اپنے سانسوں کے ساتھ شعلے اُگلنے لگتے ہیں۔ بس حضور! اگر کوئی شیش ناگ کے انتقام سے محفوظ رہ جائے اور ناگن ملکہ کو لے کر یہاں آجائے اور اُسے شیش ناگ کا زہر چوسنے کا حکم دے تو وہ چونکہ موتی کی وجہ سے حکم ماننے پر مجبور ہوگی زہر چوس لے گی۔ یہ زہر اس قدر مہلک اور خطرناک ہے کہ ناگن ملکہ کے علاوہ کوئی سانپ اگر زخم پر منہ ہی رکھ دے تو اُس کا جسم پھٹ جائے گا۔ زہر چوس لینے کے بعد شہزادہ اپنی اصلی حالت میں آجائے گا"

بادشاہ نے اپنا ماتھا پیٹ لیا۔ اندر سے بڑی ملکہ کے بین کرنے اور رونے کی آواز متواتر آرہی تھی۔ بادشاہ نے انتہائی دُکھ اور پریشانی سے پوچھا:

"جادوگر! یہ بھی بتاؤ کہ اُس غار تک پہنچنا، موتی حاصل کرنا، شیش ناگ کے انتقام سے محفوظ رہنے کی بھی کوئی ترکیب ہے تمہارے پاس"

جادوگر نے ڈرتے ڈرتے کہا:

"ہے حضور! لیکن اس کیلئے آپ کو اپنا تمام شاہی خزانہ میرے حوالے کرنا ہوگا"

"کیا بکتا ہے کتے"

وزیر نے غصے سے کہا تو جادوگر نے جواب دیا: "حضور! اس کے بنا یہ کام ناممکن ہے۔ بیٹا یا خزانہ دونوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا ہوگا۔ جلدی فیصلہ کیجئے۔ اگر وقت ہاتھ سے نکل گیا تو پھر لوٹ کر نہ آئے گا۔ اس لئے کہ چاند رات آنے والی ہے۔ اگر بیت گئی تو پھر سال بھر انتظار کرنا ہوگا"

سارے ہی موجود امراء اور وزراء نے تلواریں نکال لیں لیکن بادشاہ نے اُنہیں اشارے سے روک دیا۔

"ولی عہد شہزادہ شہاب الدین ہماری آنکھوں کا نور اور دل کا قرار ہے۔ اس کی ماں اس کے غم میں مرجائے گی۔ اگر بیٹا اور ملکہ دونوں ہی نہ رہے تو ہم بھی زندہ نہ رہ سکیں گے۔ دولت ہمارے بیٹے کی زندگی سے زیادہ قیمتی نہیں ہے۔ جاؤ اور چھکڑوں میں لاد کر ہمارا شاہی خزانہ لے جاؤ لیکن خدا کیلئے جلدی ہمیں کوئی ترکیب بتاؤ جس سے ہمارا بیٹا بچ جائے"

جادوگر نے

"حضور! میں تو آپ کا غلام ہوں۔ دولت مجھے اپنے لئے نہیں بلکہ اپنے لالچی استاد کیلئے درکار ہے۔ دنیا میں وہ واحد جادوگر ہے جو سانپ کا روپ دھار سکتا ہے اور اِسی کی مدد سے یہ مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔ وہ زمین میں موجود پرانے خزانوں کی تلاش میں رہتا ہے جن پر ناگوں کا پہرہ ہے۔ اِس لئے اُس کی اکثر جنگیں سانپوں سے رہتی ہیں۔ وہ سانپوں کا ازلی دشمن ہے لیکن جب وہ سانپ کا روپ دھارتا ہے تو اُس کے جسم سے انسانی نہیں سانپ کی بُو آنے لگتی ہے اور سانپ دھوکہ کھا جاتے ہیں"

"ہم خزانہ دینے کو تیار ہیں جادوگر! اپنے گرو کو ہمارے دربار میں پیش کیا جائے۔ اِس کے ساتھ ہی ملکہ کو حراست میں لے کر زنداں میں ڈال دیا جائے۔ اس کا فیصلہ دربار میں کروں گا"

دربار لگا ہوا تھا۔ تمام درباری موجود تھے۔ بادشاہ نے شاہی خزانہ یعقوتی جادوگر کے گرو جبروتی جادوگر کے حوالے کر دیا تھا۔ ملکہ زنجیروں میں بندھی مجرم کی حیثیت سے فیصلے کے انتظار میں سر جھکائے کھڑی تھی۔ بادشاہ کے پاس ہی ملکہ کا بیٹا شہزادہ نصیر الدین بھی سر جھکائے بیٹھا تھا۔ تب بادشاہ نے اہلِ دربار سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا:

"اب سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ جادوگر جبروتی کے ساتھ کون بہادر نوجوان اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر جائے گا"

شاہی دربار میں سناٹا چھا گیا۔ اپنی جان گنوانے کیلئے کوئی بھی تیار نہ تھا۔ سب نے گردنیں جھکا دیں۔ آخر اس خاموشی کو شہزادے نصیر الدین نے توڑتے ہوئے کہا:

"ابا حضور اور اہلِ دربار! آپ کو یاد ہے میں نے مجرم کی نشاندہی کرنے پر جادوگر یعقوتی سے کہا تھا کہ اگر اُس نے غلط نشاندہی کی تو اُس کی گردن اُڑا دوں گا اور اگر اُس نے مجرم کو پہچان لیا تو میں خود مجرم کو ایسی سزا دوں گا جو برسوں یاد رہے گی۔ اس کا فیصلہ بعد میں ہو گا کہ اس مہم پر کون جان کی بازی لگا کر جاتا ہے۔ سب سے پہلے میں اپنی مجرم ماں ملکہ کو اس جرم کی سزا دینا چاہتا ہوں"

دربار میں سناٹا چھا گیا۔ ملکہ ماں نے حسرت و یاس سے اپنے بیٹے کی طرف دیکھا جسے ولی عہد بنانے کیلئے اُس نے اتنا بڑا جرم کیا تھا۔ بادشاہ نے بھی تعجب سے بیٹے کی طرف دیکھا۔ ایک دفعہ پھر شہزادے کی آواز دربار میں گونجی اور اُس نے ماں کو مخاطب کیا:

"مجرمہ! تم نے ایک ماں کی ممتا کا گلا کاٹ ڈالا۔ [illegible] محض

اپنے بیٹے کو ولی عہد بنانے کیلئے تم نے ایک شریف، بہادر اور فرمانبردار شہزادے کو موت کے حوالے کر دیا۔ اس لئے تمہاری سزا یہ ہے کہ تم زندہ رہو۔ میں خود جادوگر جبروتی کے ساتھ موت کے منہ میں جاؤں گا اور اب تمہاری ممتا بھی اسی طرح جیل کے اندر تڑپتی اور روتی رہے گی جیسے بڑی ملکہ اپنے بیٹے کیلئے تڑپ اور رو رہی ہے۔ اب تمہیں احساس ہوگا کہ بیٹے کو موت کے منہ میں دیکھ کر ماں کی ممتا کا کیا حال ہوتا ہے۔ وہ دن میں کئی بار مرتی ہے اور کئی بار زندہ ہوتی ہے۔"

"نہیں بیٹے! انہیں مجھے قتل کر دو لیکن خدا کیلئے میری ممتا پر تلوار نہ چلاؤ۔ میں تمہارے بغیر مر جاؤں گی بیٹے میری روح پر یہ ظلم نہ کرو۔"

ملکہ نے چیخ کر کہا تو شہزادے نے جواب دیا:

"ملکہ امی! انسان جو بوتا ہے وہی کاٹتا ہے۔ جو دوسروں کیلئے گڑھا کھودتے ہیں کبھی خود بھی اس میں گر پڑتے ہیں۔ یہ سزا انصاف کے عین مطابق ہے۔"

پھر اُس نے بادشاہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"ابا حضور! میں جاؤں گا جادوگر جبروتی کے ساتھ۔ اپنے پیارے اور بڑے بھائی کے بغیر یہ زندگی موت سے بدتر ہے۔ اب زندہ رہیں گے تو دونوں ورنہ دونوں کی موت پر آپ صبر کریں۔ میری ماں کے جرم کا مداوا اسی طرح ہو سکتا ہے۔"

اپنے ٹھکانے پر لا کر جادوگر جبروتی نے شہزادے نصیرالدین سے کہا:

"شہزادے! میں تمہاری وجہ سے اپنی جان بھی خطرے میں ڈال رہا ہوں۔ تمہیں مجھ سے ایک وعدہ کرنا ہوگا۔"

"تمہاری ہر شرط مجھے منظور ہے۔ تم مجھ سے جو کہو گے مان لوں گا لیکن خدا کیلئے جلدی کرو۔ میرے بھائی کی زندگی خطرے میں ہے۔"

تب جادوگر جبروتی نے کہا:

"سنو! شہزادے! میں تمہارے جسم پر ایک تیل مل رہا ہوں۔ اس سے تمہارے جسم سے سانپوں کی بُو آنے لگے گی اور شیش ناگ انسانی بُو پا کر ہوشیار نہ ہو سکے گا اور غفلت میں تم اپنا کام کر جانا۔ اس کے بعد میں بنوں گا ایک اژدھا اور تمہیں اپنے پیٹ میں چھپا کر اندر لے جاؤں گا اور غار کے اندر پہنچا دوں گا۔ آگے تم نے خود موتی حاصل کرنا ہے۔ ہاں اگر زندہ بچ کر آ گئے تو دوبارہ تمہیں شیش ناگ سے میں بچا کر تا گن ملکہ سمیت واپس لے آؤں گا۔"

جادوگر جبروتی شہزادے نصیر الدین کو لے کر بحر ظلمات یعنی کالے پانی کے سمندر میں اُتر گیا اور اس جگہ جا پہنچا جہاں پانی کی سطح پر خونی بھنور موجود تھا۔ شہزادہ اژدھا کے پیٹ میں محفوظ تھا اور اژدھا بھنور میں داخل ہو کر کسی لٹو کی طرح تیزی سے گھومتے ہوئے پانی کے اندر ہی اندر چلا جا رہا تھا۔ جوں جوں گہرائی میں اژدھا جا رہا تھا بھنور کا زور ختم ہوتا جا رہا تھا یہاں تک کہ اژدھا جب تہہ میں پہنچا تو پانی بالکل ساکت ہو گیا لیکن یہاں ایک طرف ایک غار کے چاروں طرف سبز سرخ اور سیاہ رنگ کے لاتعداد سانپ پہرے پر موجود تھے۔ یہ سمندری سانپ تھے جنہوں نے اژدھے کو دیکھا تو اپنی زبان میں کہا:

"بوڑھے بابا! آج چودھویں کی رات ہے۔ کیا تمہیں علم نہیں کہ شیش ناگ جی اپنی ناگ رانی کے ساتھ غار میں موجود ہیں اور آج کی رات کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں خواہ وہ سانپ ہی کیوں نہ ہو"

اژدھے کے روپ میں جادوگر جبروتی نے سانپوں کی زبان میں جواب دیا:

"بے وقوف کیچوو! شائد تمہیں علم نہیں کہ میں مہا ناگ دیوتا کا ضروری پیغام لے کر آیا ہوں جو شیش ناگ جی کے بھی دیوتا ہیں"

سانپوں نے جواب دیا:

"کچھ بھی ہو تم صبح سے پہلے اندر نہیں جا سکتے۔ شروع سے دستور چلا آ رہا ہے کہ اس رات شیش ناگ اور ناگ رانی کی خلوت میں کوئی نہیں جا سکتا"

آخر اژدھے نے کہا:

"ٹھیک ہے صبح تک میں انتظار کر لوں گا لیکن بوڑھا ہوں۔ لمبا سفر طے کر کے آیا ہوں۔ مجھے غار کے دہانے کے اندر آرام کرنے کی اجازت تو دے سکتے ہو"

سانپوں کے ایک افسر نے جواب دیا:

"کیوں نہیں! تم ہمارے مہمان ہو اور پھر مہا ناگ دیوتا کا پیغام لے کر آئے ہو۔ غار میں داخل ہو کر آرام کرو"

جادوگر جبروتی اژدھے کے روپ میں غار کے دہانے میں جا کر ایک کونے میں بیٹھ گیا اور پھر جب محافظ سانپ اُس کی طرف سے غافل ہو گئے تو اُس نے شہزادے نصیر الدین کو پیٹ سے باہر اُگل دیا۔ باہر نکل کر شہزادے نے حیرت سے اس عجیب و غریب غار کو دیکھا۔ چونکہ اُس کے جسم پر ناگوں کی بُو والے تیل کی مالش کی ہوئی تھی اس لئے سانپ اُس کی بُو نہ پا سکے اور شہزادہ آہستہ آہستہ [illegible]

آوازیں آرہی تھیں۔ وہ پتھروں کی اُوٹ لیتا ہوا چھپتے چھپاتے رینگتا گیا اور پھر اُس کی نظر یاقوت کے تراشے ہوئے ایک تخت پر پڑ گئی جس پر شیش ناگ مستی سے جھوم رہا تھا اور اُس کے سامنے ایک حسین ترین عورت مستی میں ناچ رہی تھی جبکہ سرخ اور مدھم قسم کی روشنی غار میں پھیلی ہوئی تھی۔ شہزادہ اپنے ساتھ ایک پٹاری بھی لے کر آیا تھا۔ رقص ہوتا رہا۔ ساز بجتے رہے۔ شیش ناگ مستی میں جھوم رہا تھا اور شہزادہ آہستہ آہستہ روشن موتی کی طرف رینگتا رہا جو ایک مجے پر رکھا ہوا تھا۔ سازوں کی آوازیں پتھروں میں سے آرہی تھیں۔ پھر جب ناگن رانی کا رقص اپنے عروج پر پہنچا اور شیش ناگ اپنے قرب وجوار سے بے خبر ہو گیا تو شہزادے باز کی طرح جھپٹا مار کر ناگن کا من اُٹھا کر قبضے میں کر لیا۔ رقص رُک گیا۔ ناگن ملکہ نے اپنی طلسماتی آنکھوں سے اُس نووارد نوجوان کی طرف بے بسی سے دیکھا اور ہاتھ جوڑ کہا:

''کیا حکم ہے میرے آقا۔ میرا من تمہارے قبضے میں ہے۔ میں تمہاری غلام ہو چکی ہوں''

غار میں کہرام مچ گیا۔ شیش ناگ نے غصے اور غضب میں آ کر اپنے منہ سے شعلے نکالنے شروع کر دیئے لیکن یہ زہریلے شعلے شہزادے پر اثر انداز نہ ہو سکے اس لئے کہ اُس کے پاس ناگ رانی کا من تھا جو اُسے مہاناگ دیوتا نے عطا کیا تھا اور جس پر کوئی جادو یا کسی بھی سانپ کا زہر اثر نہ کر سکتا تھا۔ وقتی طور پر شیش ناگ بے بس تھا۔ شہزادے نے اس حسین عورت سے کہا:

''اپنے اصلی روپ میں آ کر اس پٹاری میں آ جاؤ''

حسینہ ایک دم ناگن کے روپ میں آ کر پٹاری میں بند ہو گئی تو شیش ناگ نے انسانی روپ دھارتے ہوئے کہا:

''نوجوان! یہ غار ہی تمہاری قبر بن جائے گی۔ تم میری ملکہ اور اُس کا من لے کر باہر نہ جا سکو گے''

شیش ناگ غائب ہو گیا۔ شہزادے نے جلدی سے پٹاری اُٹھائی اور بھاگتا ہوا اژدھے کے پاس آ گیا۔ اژدھے نے پٹاری سمیت اُسے اپنے پیٹ میں اُتار لیا۔ باہر غار کے دہانے پر اب سانپوں کے علاوہ کئی بلائیں پہرے پر موجود تھیں جو ایک پہاڑ نما چٹان کو لا کر غار کے دہانے کو بند کر دینا چاہتی تھیں کہ اژدھا رینگتا ہوا باہر آ گیا۔ اُس نے دیکھا کہ اِن بلاؤں اور ناگوں کے درمیان شیش ناگ بھی موجود تھا۔ جونہی اُس کی نگاہ اژدھے پر پڑی تو اُس نے چونک کر سوال کیا:

''ریگستانی اژدھے تم یہ ...

کیا کام ہے۔ کیوں آیا تھا یہاں؟''

اِس دوران میں بلاؤں نے چٹان سے غار کا دہانہ بند کردیا۔ اژدھے نے جو جادوگر جبروتی تھا' بڑے سوگوار انداز میں جواب دیا:

''شیش ناگ جی! اب کیا فائدہ جو ہونا تھا وہ ہوگیا۔ میں مہا ناگ دیوتا کا بھی پیغام لے کر آیا تھا کہ ایک انسان ناگ رانی کا من چرا کر اُسے اپنے قبضے میں کرنے آرہا ہے لیکن آپ کے محافظ سانپوں نے مجھے اندر نہ جانے دیا اور یہ کہہ کر ٹال دیا کہ آج کی رات کوئی اندر نہیں جاسکتا۔ شیش ناگ جی سے صبح ہی ملاقات ممکن ہے''......

شیش ناگ نے غصے سے سانپوں سے کہا:

''اُف! تم لوگوں نے کیسی غلطی کی ہے۔ کیا تم سب مہا ناگ دیوتا کی طاقت سے واقف نہ تھے۔ پھر تم نے اُن کے بھیجے ہوئے اژدھے کو کیوں روکا۔ اب تمہاری سزا یہی ہے کہ تمہیں جلا کر بھسم کردیا جائے''

اس کے ساتھ ہی شیش ناگ کے منہ سے شعلے نکلے اور تمام محافظ سانپوں کو آگ لگ گئی۔ پھر شیش ناگ نے بلاؤں سے کہا:

''وہ انسان اندر ہی ہے خبردار یہاں سے ہٹنا نہیں۔ اب مجھے خود ہی مہا ناگ دیوتا کے پاس معافی مانگنے جانا ہوگا اور اُن سے ہی مشورہ کرنا ہے''

بلاؤں نے جواب دیا:

''شیش ناگ جی! بھلا کسی انسان میں یہ طاقت کہاں کہ اس پہاڑ نما چٹان کو ہلا بھی سکے۔ آپ جائیں' ہم سب پہرے پر موجود ہیں''

شہزادے شہاب الدین کے کمرے میں آکر شہزادے نصیر الدین نے پٹاری نکال کر ناگ رانی کو نکال کر حکم دیا کہ:

''میرے بھائی کے جسم سے شیش ناگ کا زہر چوس لو''

ناگ رانی نے شہزادے کے بازو پر شیش ناگ کے دانتوں کے نشان پر منہ رکھ دیا اور زہر چوسنا شروع کردیا۔ بادشاہ' بڑی ملکہ اور وزیر وغیرہ بے حد خوش تھے۔ اُن کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا جب شہزادہ شہاب اُٹھ کر پلنگ سے نیچے اُتر کر اپنی بلکتی ہوئی ماں کے سینے سے لگ گیا۔ بڑی ملکہ نے شہزادے شہاب کے ساتھ ساتھ شہزادے نصیر الدین کو بھی سینے سے لگاتے ہوئے کہا:

''بیٹے! شہاب میری دائیں اور تم بائیں آنکھ ہو۔ تم دونوں ہی میر...

نصیرالدین نے بڑی ملکہ سے کہا:

''بڑی امی! میری التجا ہے کہ اِس خوشی کے موقع پر میری ماں کی خطا معاف کر دیں۔ اُنہیں کافی سزا مل چکی ہے۔''

''کیوں نہیں بیٹے! تمہاری امی کو میں نے ہمیشہ اپنی چھوٹی بہن سمجھا ہے۔''

بادشاہ نے اُسی وقت چھوٹی ملکہ کی رہائی کا حکم دے دیا جو قید میں اپنے بیٹے کی جدائی میں ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہی تھی۔ شہزادے نصیرالدین نے جادوگر جبروتی کا شکریہ ادا کیا تو جادوگر نے کہا:

''شہزادے! تمہیں اپنا وعدہ یاد ہے کہ میں جو تم سے کہوں گا مان جاؤ گے۔''

''ہاں ہاں! کیوں نہیں۔ بتاؤ تم کیا چاہتے ہو؟''

شہزادے نے سوال کیا تو جادوگر جبروتی نے جواب دیا:

''ناگ رانی کا من مجھے دے دو۔ میں اِس ناگن کی مدد سے زمین کے اندر موجود تمام خزانوں کو حاصل کرلوں گا۔''

''اتنی دولت کیا کرو گے جبروتی۔ کیا شاہی خزانہ کافی نہیں تمہارے لیے۔ جبروتی یاد رکھو کہ لالچ وہ دو دھاری تلوار ہے۔ اِسے جتنی مضبوطی سے پکڑو گے یہ گوشت کے اندر اُترتی جائے گی۔ بہتر ہے کہ ہم ناگ رانی کا من واپس کر کے اُسے آزاد کر دیں۔ ہمارا کام ہو گیا ہے۔''

شہزادے نے کہا تو جادوگر جبروتی نے جواب دیا:

''احسان فراموشی مت کرو اپنے وعدہ کا پاس کرو۔''

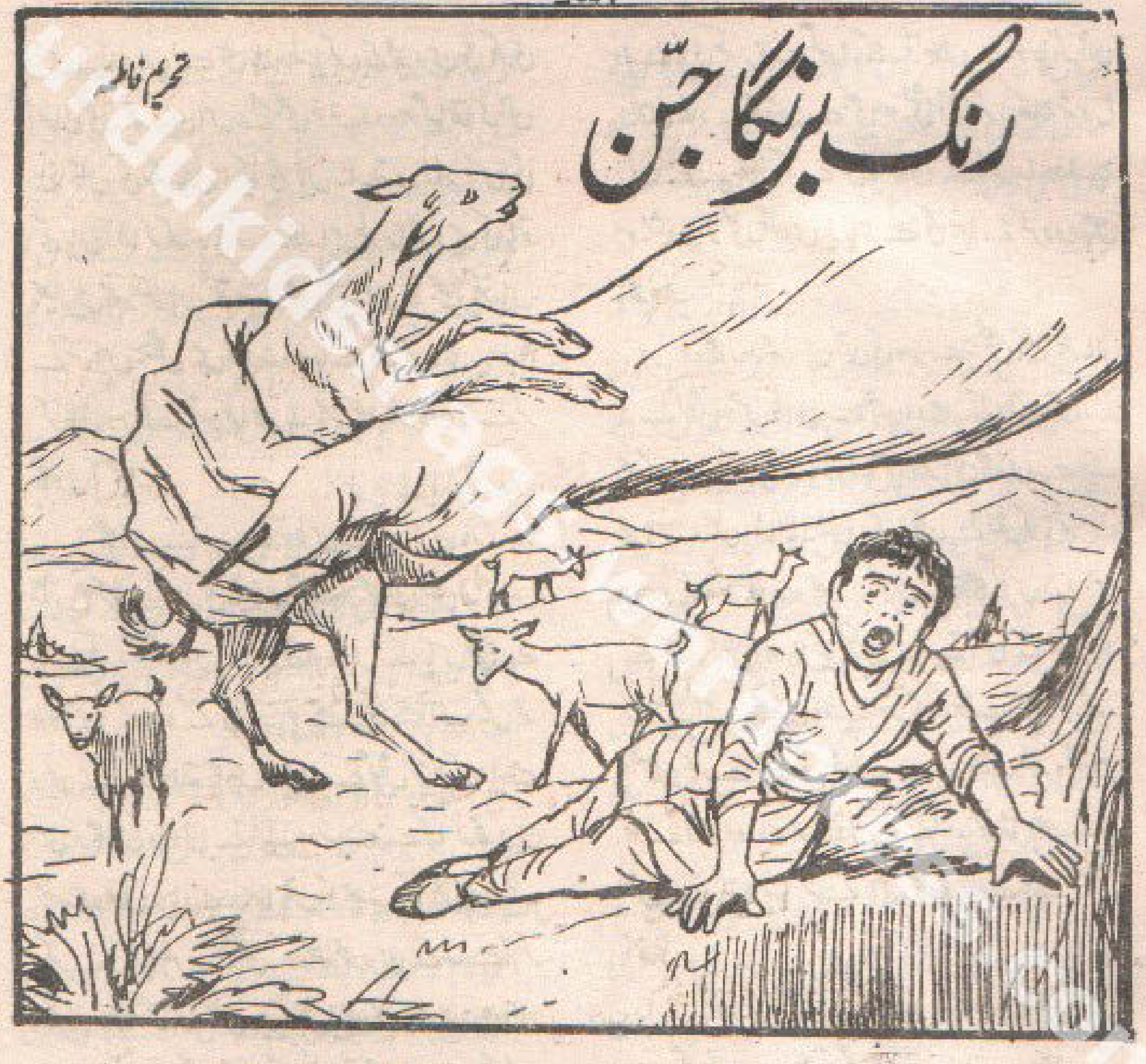
شہزادے نصیرالدین نے ناگ کا من اور ناگن کو جادوگر جبروتی کے حوالے کر دیا۔

آسمان پر بجلیاں چمک رہی تھیں اور جنگل میں آندھی سے کئی تنا آور درخت جڑ سے اُکھڑ گئے تھے۔ جبروتی جادوگر خوش خوش پٹاری اور من لے کر جنگل میں چلا جا رہا تھا کہ اچانک ایک درخت ٹوٹ کر اُس کے اُوپر گرا اور اُسے کچل گیا۔ پٹاری گر کر کھل گئی اور من ہاتھ سے گر کر دُور جا پڑا۔ ناگن ملکہ نے جلدی سے من کو نگل لیا۔ اسی وقت شیش ناگ نمودار ہوا اور رانی کو آزاد دیکھ کر کہا:

''مہا ناگ دیوتا کی مہربانی سے ہم پھر مل گئے۔ دیکھو اِس کتے لالچی کا انجام جس کی بے انتہا دولت اب زمین کے اندر چلی گئی ہے اور خود خالی ہاتھ دنیا سے روانہ ہو گیا ہے۔''

رنگ برنگا جن

تحریم فاطمہ



محمد دین چرواہا جنگل میں بھیڑ بکریاں چرا رہا تھا کہ اچانک ایک بہت بڑا ہاتھ اس جگہ آیا اور اس نے محمد دین کی ایک بکری اُٹھائی اور واپس چلا گیا۔ محمد دین اس وقت ایک درخت کے نیچے لیٹا ہوا تھا۔ اس نے لمبے چوڑے ہاتھ کو دیکھ کر ... خوف سے تھر تھر کانپنے ...

اُس نے وہاں سے ہی بازو لمبا کر کے محمد دین کی بکری اُٹھالی تھی۔ محمد دین اس لئے بھی خوف زدہ ہو گیا تھا کہ جن نے اُس کی بکریاں دیکھ لی ہیں۔ اب وہ روز اُس کی بکریاں اُٹھا کر کھا جایا کرے گا۔ اِس طرح محمد دین کی یا تو بھیڑیں اور بکریاں ختم ہو جائیں گی یا اُس کا بھیڑ بکریاں لے کر اِس جنگل میں آنا بند ہو جائے گا۔ محمد دین یہ سوچ کر کافی دیر تک آنسو بہاتا رہا۔ پھر بھیڑ بکریوں کو لے کر گاؤں آ گیا۔

گاؤں کے قریب جا کر اُس نے دھاڑیں مار کر رونا شروع کر دیا۔ اُس کی چیخوں کی آواز گاؤں پہنچی تو گاؤں والے گھبرا کر گھروں سے نکلے اور اُس کے پاس پہنچ گئے اور اُس سے رونے کی وجہ پوچھنے لگے۔ جواب میں محمد دین نے سارا واقعہ گاؤں والوں کے گوش گزار کر دیا جسے سن کر گاؤں والوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ محمد دین جھوٹ بول رہا ہے۔ بھلا جن کو چھپ کر بکری غائب کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ خود محمد دین کے سامنے آ کر بکری اُٹھا سکتا تھا لیکن جب محمد دین کا رونا بند نہ ہوا اور اُس نے قسمیں بھی لگاتار کھائیں تو گاؤں والوں کو اُس کے کہنے پر یقین کرنا ہی پڑا۔

محمد دین کی زبان پر یقین کر لینے کے بعد گاؤں والے بُری طرح سے گھبرا گئے۔ اُنہوں نے سوچا کہ جن کہیں ہمارے گاؤں سے بھی مویشی اُٹھا کر کھانا شروع کر دے۔ یہ خیال آتے ہی اُنہوں نے اُس رات اپنے مویشیوں کو کھلی جگہوں پر باندھنے کی بجائے کمروں میں باندھا۔

اگلے روز محمد دین جن کی وجہ سے جنگل بھیڑ بکریاں نہ لے کر گیا جس کی وجہ سے عین دوپہر کے وقت جن نے بھوک سے تنگ آ کر بازو لمبا کیا اور اِسی گاؤں سے ایک موٹا تازہ بیل اُٹھالیا۔ بیل کے مالک نے بیل کو ہاتھ سے جاتا دیکھا تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ اُس نے جن کے آگے بہتیرا واویلا کیا لیکن جن نے اُس کے بیل کو نہ چھوڑا۔ اِس پر گاؤں والے اور بھی وحشت زدہ ہو گئے۔ اُنہیں بھوکے جن کی طرف سے ہر وقت خطرہ محسوس ہونے لگا۔ وہ دن جوں توں کر کے گزرا تو شام ہوتے ہی جن نے بازو لمبا کر کے اِس گاؤں سے ایک بھینس اُٹھالی۔

یہ ظلم دیکھ کر گاؤں کے لوگوں کی ہمت بالکل جواب دے گئی۔ وہ سوچنے لگے کہ جن ہمارے پیچھے پڑ گیا ہے۔ یہ اب ہمارے سارے جانور کھا کر ہماری جان چھوڑے گا۔ کیا پتا جانو...

شروع کردے۔ اگر اِس کا جلد بندوبست نہ کیا گیا تو ہماری خیر نہیں ہے۔ لیکن جن کے ساتھ مقابلہ کرنے کیلئے کوئی بھی تیار نہ ہوا۔ سب ڈر کے مارے اِدھر اُدھر کھسک گئے۔

تب گاؤں کے ایک بہادر سورما علی نواز نے کہا کہ اس ظالم جن کو ہلاک کرنے میں جاتا ہوں۔ گاؤں والوں نے علی نواز کی جرات دیکھی تو اُسے شاباش دینے لگے۔ چنانچہ اُسی روز علی نواز تلوار، تیر کمان اور کلہاڑا لے کر بھوکے جن کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ علی نواز کی عمر بیس بائیس سال تھی۔ وہ کسان کا بیٹا تھا اور کشتی اور کبڈی میں سب کو شکست دے دیتا تھا۔ وہ پہلے اُس جنگل میں پہنچا جس میں سب سے پہلے جن نے محمد دین کی بکری اُٹھائی۔ اُس جنگل میں اُسے جن نہ ملا تو اُس نے جنگل کو پار کیا اور گواہی پہاڑ کی سمت چل پڑا۔

چلتے چلتے شام ہونے تک وہ گواہی پہاڑ کے نزدیک ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں ہڈیاں ہی ہڈیاں بکھری ہوئی تھیں۔ ان ہڈیوں کو دیکھ کر علی نواز سمجھ گیا کہ اِن ہڈیوں کو جن نے یہاں پھینکا ہے۔ اِس کا مطلب تھا کہ جن کا ٹھکانہ کہیں قریب ہی تھا۔ اُس کے دل میں ابھی یہ خیال آیا ہی تھا کہ ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور ایک بہت اُونچا، لمبا اور چوڑا چکلا جن اُس کے سامنے نمودار ہوا۔ اُس جن کا رنگ نیلا، پیلا، سرخ، سبز، کالا اور سفید تھا۔ سر ہاتھی جیسا اور ٹانگیں اونٹ کی ٹانگوں جیسی تھیں۔ شکل کے لحاظ سے وہ مکروہ تھا۔ علی نواز اِس رنگ برنگے جن کو اچانک اپنے سامنے کھڑا دیکھ کر پہلے تو ڈر گیا۔ پھر دلیر ہو کر بولا:

''کیا تم ہی وہ بدمعاش جن ہو جس نے ہمارے مویشی کھائے ہیں؟''

جواب میں رنگا رنگا جن خوفناک آواز نکال کر بولا:

''ہاں میں ہی وہ جن ہوں جس نے تمہارے جانور کھائے ہیں، جو کرنا ہے کر لو۔ میرا نام گاجوج ہے اور اب میں تم کو بھی کھا جاؤں گا''......

یہ کہہ کر گاجوج نے اپنے بازو کو حکم دیا کہ لمبا ہو جا اور اِس آدم زاد کو پکڑ لے۔ اِس پر اُس کا بازو لمبا ہونے لگا۔ چند ہی لمحوں کے اندر گاجوج کا بازو کافی لمبا ہو گیا اور اُس کا ہاتھ علی نواز کے قریب پہنچ گیا۔ پھر اس سے پہلے کہ گاجوج کا ہاتھ علی نواز کو پکڑتا، علی نواز نے بڑی پھرتی سے تلوار نکال کر اُس پر وار کر دیا جس سے جن کے ہاتھ کی چار انگلیاں [illegible]۔ چیخیں مارنے لگا۔

اس کے بعد گاجوج نے غصہ میں آ کر اس کو پوری قوت سے گھونسہ مارا۔ وہ گھونسہ اگر علی نواز کو لگ جاتا تو اس کی ہڈی پسلی ایک ہو جاتی تھی، پر وہ زمین پر بیٹھ گیا جس کی وجہ سے گاجوج کا وار ضائع گیا۔ ساتھ ہی وہ دوسری طرف گھوم گیا۔ اس پر علی نواز نے بڑی پھرتی دکھائی۔ اُس نے کمان میں تیر رکھ کر گاجوج پر چلایا۔ تیر سیدھا جا کے گاجوج کی کمر میں گھس گیا مگر گاجوج نے اُس کی پروانہ کی۔ وہ تیر ست اُس جگہ سے بھاگ گیا۔ علی نواز نے اُس کا سر کاٹ ڈالنے کیلئے کلہاڑا اُٹھالیا اور اُس کے پیچھے دوڑا لیکن گاجوج پلک جھپکتے میں غائب ہو گیا۔

اس کا علی نواز کو بہت افسوس ہوا۔ اس نے سوچا کہ اب میں دوبارہ گاجوج کو کہاں تلاش کروں گا۔ کیا پتا وہ کہاں جا چھپا ہے۔ ابھی وہ یہی سوچ رہا تھا کہ دُور اُس نے ایک جگہ دیا جلتا ہوا دیکھا۔ روشنی دیکھ کر علی نواز اس طرف کو چل دیا۔ وہاں اس نے ایک جھونپڑی دیکھی۔ دیا اس جھونپڑی کے دروازے میں جل رہا تھا۔ وہ جھونپڑی ایک نیک دل بزرگ کی تھی۔ اس بزرگ کا نام راکن تھا۔ راکن جھونپڑی کے دروازے پر علی نواز کو کھڑا دیکھ کر باہر آیا اور علی نواز کو اندر لے گیا۔ اندر جا کر جب راکن کے اشارہ کرنے پر علی نواز چٹائی پر بیٹھ گیا تو راکن نے اُس سے پوچھا:

"بیٹا! تم کون ہو اور اِدھر کیا کر رہے ہو؟"

علی نواز جواب میں بولا:

"بابا جی! میرا نام علی نواز ہے اور اِدھر میں گاجوج جن کو ہلاک کرنے کیلئے آیا ہوں۔ میری اُس کے ساتھ تھوڑی دیر پہلے جنگ ہوئی ہے مگر وہ میدان سے بھاگ گیا ہے"

راکن نے یہ سنا تو علی نواز کی پیٹھ تھپکنے لگا۔ پھر اُس نے کہا:

"بیٹا علی نواز! میں تمہاری بہادری دیکھ کر بہت خوش ہوا ہوں۔ گاجوج کے مقابلے پر بڑے سے بڑا سورما بھی آنے سے ڈرتا ہے لیکن تم اُس سے مقابلہ کرنے کیلئے آ گئے ہو۔ تمہاری جرات کی وجہ سے میں تمہاری مدد ضرور کروں گا" ....

علی نواز نے جلدی سے پوچھا:

"بابا جی! آپ میری کیا مدد کریں گے؟"

راکن بولا:

"میں تمہیں ایک چادر دوں گا جو تمہیں بگام پہاڑ پر پہنچا دے گی"

"بگام پہاڑ پر

علی نواز نے حیران ہو کر کہا۔

اس پر راکن نے اُسے بتایا کہ گاجوج جن کی جان ایک اژدھے میں ہے۔ جب تک اُس اژدھے کو ہلاک نہیں کیا جائے گا، گاجوج نہیں مر سکتا چاہے سو تلواروں سے اُس پر حملہ کیا جائے گا اور گاجوج کی جان والا اژدھا بگام پہاڑ پر رہتا ہے۔

علی نواز کو راکن کی زبان سے جب یہ معلوم ہوا کہ گاجوج کی جان ایک اژدھے میں ہے اور وہ اژدھا بگام پہاڑ پر رہتا ہے تو اُس نے راکن سے کہا:

"بابا جی! آپ کی بڑی مہربانی ہوگی اگر آپ کسی طرح مجھے بگام پہاڑ پہنچا دیں گے۔ اصل میں، میں جلد از جلد گاجوج کو ہلاک کرنا چاہتا ہوں تاکہ وہ میرے گاؤں کے لوگوں اور مویشیوں کو نہ کھا سکے۔ آپ اپنی چادر مجھے عنایت کر دیں۔ میں آپ کا شکر گزار رہوں گا"

راکن نے علی نواز کی جلد بازی دیکھی تو اُسے سمجھانے لگا:

"دیکھو بیٹا! جلد بازی نہ دکھاؤ۔ گاجوج جن بہت طاقتور اور بے رحم جن ہے۔ اُس نے آسانی سے تمہارے ہاتھوں نہیں مرنا۔ پہلے کوئی ترکیب سوچو۔ اس کے بعد بگام پہاڑ پر جاؤ۔ میری صلاح مانو تو اس سلسلے میں موگا جادوگر سے مدد لے لو"......

علی نواز جواب میں بولا:

"یہ موگا جادوگر کس جگہ رہتا ہے بابا جی؟"

راکن نے کہا:

"موگا جادوگر یہاں سے سو کوس شمال کی جانب دریا کے کنارے رہتا ہے۔ میری چادر پر بیٹھو اور پہلے موگا جادوگر کے پاس چلے جاؤ"......

یہ کہہ کر راکن نے ایک پرانے صندوق سے زرد رنگ کی چادر نکالی اور جھونپڑی کے دروازے پر بچھائی اور علی نواز سے کہا کہ وہ اِس چادر پر بیٹھ جائے۔ علی نواز جونہی راکن کی چادر پر بیٹھا، وہ چادر ہوا میں اُڑنے لگی اور چند لمحوں کے اندر موگا جادوگر کی کُٹیا پر پہنچ گئی۔ موگا جادوگر اپنی کُٹیا میں ہی تھا۔ علی نواز جونہی اُس کے سامنے ہوا، وہ گونج دار آواز میں بولا:

"علی نواز! آ گئے ہو۔ بیٹھو بیٹھو"

علی نواز کو موگا جادوگر کے منہ سے اپنا نام سن کر بڑی حیرت ہوئی مگر اُس نے موگا جادوگر سے کوئی سوال نہ کیا۔ تب موگا جادوگر نے علی نواز کے دائیں ہاتھ کی انگلیوں کے [illegible] پھر اُن پر پھونک ماری اور علی نواز سے کہا:

''لو علی نواز! اب تم بے فکر ہو کر گاجوج جن کو مارنے جاؤ۔ میں نے تمہارے ناخنوں پر جادو کر دیا ہے۔ تمہیں جب بھی خطرہ محسوس ہوگا، اِن میں سے جس ناخن کو حکم دو گے وہی لمبا ہو کر نیزہ بن جائے گا اور دشمن کو ہلاک کر دے گا مگر شرط یہ ہے کہ تمہارے کسی ناخن میں میل نہ پھنس جائے ورنہ میرا جادو بے کار ہو جائے گا''

علی نواز نے موگا جادوگر کی نصیحت کو پلے باندھا اور بوڑھے راکن کی دی ہوئی چادر پر بیٹھ گیا۔ چادر اُڑ کر بگام پہاڑ پر چلی گئی جہاں گاجوج کی جان والا اژدھا رہتا تھا۔ چادر پہاڑ کی چوٹی کے ساتھ لگی تو علی نواز اُس سے اُتر کر اژدھے کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔

ابھی وہ چند قدم ہی چلا ہوگا کہ اُس نے اژدھے کی خوفناک پھنکار سنی۔ اِس کے ذرا دیر بعد ایک پچاس فٹ لمبا اور دو فٹ موٹا اژدھا اُس کے سامنے نمودار ہوا۔ علی نواز نے اِس اژدھے کو دیکھا تو سمجھ گیا کہ یہی وہ اژدھا ہے جس میں گاجوج جن کی جان ہے۔ چنانچہ اُس نے اپنا دل مضبوط کر لیا۔

پھر اِس سے پہلے کہ وہ اپنے ناخنوں کو حکم دیتا کہ لمبے ہو کر اژدھے کو مار ڈالیں، اژدھے نے زور سے پھونک ماردی۔ اژدھے کی پھونک نے علی نواز کو تنکے کی طرح اُڑا کر بگام پہاڑ پر سے نیچے گرادیا۔ اگر علی نواز کے ناخنوں پر موگا جادوگر نے جادو نہ کیا ہوتا تو جس طرح وہ بگام پہاڑ سے گرا تھا اُس کی ہڈیاں ٹوٹ پھوٹ جاتی تھیں۔ گرنے سے البتہ یہ ہوا کہ وہ تھوڑی دیر کیلئے بیہوش ہو گیا۔

دوبارہ وہ ہوش میں آیا تو اُس نے اپنے پاس ہی بوڑھے راکن کی دی ہوئی چادر کو بچھی پایا۔ چنانچہ وہ جلدی سے چادر پر سوار ہو گیا اور چادر اُسے بگام پہاڑ کی چوٹی پر لے گئی۔ چوٹی پر سے اژدھا غائب ہو چکا تھا۔ علی نواز بڑی احتیاط کے ساتھ اُسے ڈھونڈنے لگا۔ کبھی وہ اِس غار کی تلاشی لیتا اور کبھی اُس غار کی لیکن سارے غاروں کی تلاشی لینے پر بھی اژدھا اُسے نہ ملا جس سے وہ بڑا پریشان ہوا۔ وہ سوچنے لگا کہ اژدھا کہاں گیا ہے۔ یہ سوچتے سوچتے وہ دوبارہ چوٹی کی طرف جانے لگا تا کہ بوڑھے راکن کی چادر پر بیٹھ کر اژدھا کی تلاش میں نکل سکے۔ ابھی اُس نے آدھا پہاڑ ہی طے کیا تھا کہ بگام پہاڑ زور زور سے ہلنے لگا۔

علی نواز جلدی سے ایک جگہ لیٹ گیا۔ زلزلہ بہت خوفناک تھا۔ بگام پہاڑ سے بڑے بڑے پتھر اُڑ کر زمین کی طرف جا رہے تھے [illegible]

اُوپر سے آ کر اُس کے سر پر نہ گر جائے۔ وہ بار بار تھوڑی اُٹھا کر پہاڑ کی چوٹی کی طرف دیکھنے لگتا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ زلزلہ رک گیا۔ تبھی علی نواز کے سامنے گاجوج جن نمودار ہوا۔ گاجوج بہت غصے میں معلوم ہوتا تھا۔ اُس کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ اُس نے کڑک کر کہا:

"اُس روز تو تم میرے ہاتھوں سے بچ گئے تھے۔ دیکھتا ہوں آج کیسے بچتے ہو؟"

یہ کہہ کر اُس نے ایک بڑا سا پتھر اُٹھا کر علی نواز پر دے مارا۔ علی نواز بہت پھرتیلا تھا۔ اُس نے پتھر اپنی جانب آتے دیکھا تو فوراً دوسری طرف کود گیا۔ اِس کے ساتھ ہی اُس نے اپنے ناخنوں کو حکم دیا کہ لمبے ہو کر گاجوج کا پیٹ پھاڑ دیں مگر یہ دیکھ کر اُس کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی کہ ناخن لمبے نہیں ہوئے تھے۔ اِس سے اُس نے سوچا کہ جادوگر نے مجھے دھوکہ دیا ہے۔ وہ دل ہی دل میں جادوگر کو بُرا بھلا کہنے لگا۔

اگلے ہی لمحے گاجوج نے ایک اور پتھر اُٹھا کر علی نواز کے سر پر دے مارا جو اُس کے سینے پر لگا اور وہ قلابازیاں کھاتا ہوا پہاڑ سے زمین کی سمت آنے لگا لیکن خوش قسمتی سے راستے میں ایک چشمہ آ گیا اور اُس کے پانی میں جا گرا جس سے وہ مرنے سے بچ گیا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے گاجوج اُس کے سر پر آن کھڑا ہوا۔

گاجوج جن کو چشمے کے کنارے پر کھڑا دیکھ کر علی نواز کی روح فنا ہو گئی۔ کرے تو اب کیا کرے۔ اِسی پریشانی کے عالم میں اُس کے منہ سے یہ الفاظ نکل گئے۔

"اے میرے ناخنو! لمبے ہو جاؤ اور گاجوج کو مار دو"......

اُس کے منہ سے یہ الفاظ نکلنے کی دیر ہوئی کہ اُس کے دائیں ہاتھ کی انگلیوں کے ناخن یک لخت لمبے ہو گئے۔ اتنے لمبے کہ وہ بالکل نیزے بن گئے اور اُن کی نوک سے آگ نکلنے لگی۔ وہ آگ گاجوج جن کی طرف بڑھی تو گاجوج بُری طرح گھبرا گیا۔ اُس نے ایک زوردار چیخ ماری اور اُس جگہ سے غائب ہو گیا۔ دوسری طرف علی نواز اپنے ناخنوں کے لمبے ہو جانے پر بڑا حیران ہوا۔ وہ سوچنے لگا کہ پہلے یہ کیوں نہیں بڑھے تھے اور اب یہ کیوں لمبے ہوئے ہیں۔ سوچ سوچ کر اُس نے اِس گتھی کو سلجھا لیا۔ وہ سمجھ گیا کہ پہاڑ سے زمین پر گرنے کی وجہ سے میرے ناخنوں میں مٹی پھنس گئی تھی، اِس لئے یہ پہلے لمبے نہیں ہوئے تھے جبکہ اب چشمے کے پانی نے میرے ناخنوں کی [illegible] مان لیا۔

اس سے علی نواز بہت خوش ہوا اور چشمے سے نکل کر بگام پہاڑ کی چوٹی کی طرف چل دیا۔ ابھی وہ چوٹی کے نیچے ہی تھا کہ اُس نے اژدھے کی پھنکار سنی۔ پھنکار سن کر علی نواز ہوشیار ہو گیا۔ عین اسی لمحے اُس نے ایک بڑے پتھر کے نیچے سے اژدھے کو نکلتے دیکھا۔ اژدھے کا کنوئیں جتنا بڑا منہ کھلا ہوا تھا اور غصیلی نظروں سے علی نواز کو لگاتار دیکھ رہا تھا کہ اُس کے پیچھے گاجوج نمودار ہوا اور اُس نے یکدم علی نواز پر حملہ کر دیا۔

علی نواز کو بالکل پتہ نہیں تھا کہ گاجوج اُس کے پیچھے کھڑا ہے۔ اُسے پتہ اُس وقت چلا جب گاجوج نے اُس پر حملہ کیا۔ علی نواز نے گاجوج کا سایہ ہلتا دیکھ لیا لہٰذا وہ فوراً پلٹ پڑا۔ ساتھ ہی اُس نے ناخنوں کو حکم دیا کہ نیزے بن کر گاجوج کا پیٹ پھاڑ دو۔ ناخن اُس کا حکم ملتے ہی نیزے بن گئے اور گاجوج کے پیٹ میں جا چبھے۔ اس پر گاجوج نے ایک بھیانک چیخ ماری اور بگام پہاڑ سے نیچے گر گیا۔

اسی دوران میں اژدھا پتھر کے نیچے سے نکل آیا اور علی نواز کی سمت بڑھا۔ علی نواز چونکہ گاجوج کو پہاڑ سے گرا چکا تھا چنانچہ وہ بھی اژدھے کی جانب پلٹ پڑا۔ اُس کے دائیں ہاتھ کے ناخن ابھی تک نیزے بنے ہوئے تھے اور اُن سے شعلے نکل رہے تھے۔ علی نواز کا منہ اژدھے کی طرف ہوتے ہی ناخنوں کے نیزے اور لمبے ہو گئے اور اُنہوں نے گاجوج کی جان والے اژدھے کو ہلاک کر دیا جس کے ساتھ ہی گاجوج کی موت واقع ہو گئی۔ جس کے بعد علی نواز چادر پر بیٹھ کر بگام پہاڑ سے واپس آ گیا۔ اس طرح رنگا رنگا جن گاجوج اپنے انجام کو پہنچا۔

روشن روشن باتیں

☆ جنگ کسی حال میں بھی اچھی نہیں ہوتی اور امن کبھی برا نہیں ہوا کرتا۔

☆ زندگی کے کٹھن امتحانات سے گزرتے وقت صبر کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دو۔

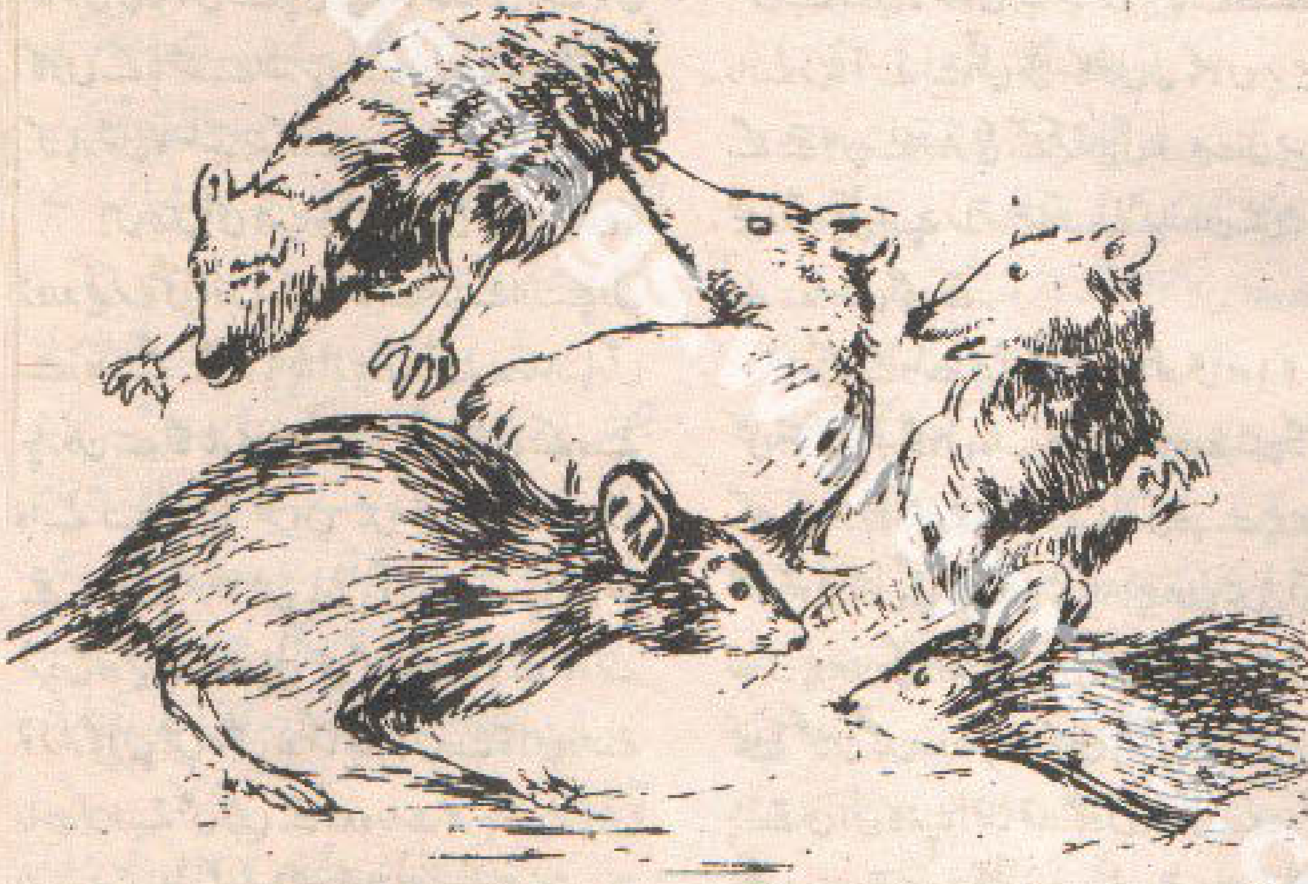
☆ ہمدردی ایک ایسی زبان ہے جسے انسانوں کے علاوہ جانور بھی سمجھتے ہیں۔

☆ دیوار میں لگنے والا ہر پتھر اپنی قدر و قیمت رکھتا ہے۔

☆ اچھی کتاب انسان کی بہترین دوست ہوتی ہے۔

تحریر: تحسین سیّد

شیطانی مخلوق



بوشنی گاؤں دریائے گرالو کے کنارے واقع تھا۔ اس گاؤں کی آبادی ایک ہزار انسانوں پر مشتمل تھی جو دریائے گرالو سے مچھلیاں شکار کر کے بال بچوں کا پیٹ پالتے تھے۔ دریائے گرالو میں یوں تو سارا سال پانی رہتا تھا مگر موسم برسات میں اُس کے اندر سیلاب آ جاتا تھا اور اُس کا پانی بو…

کے باشندے دوسرے دیہات میں جا کر محنت مزدوری کرنے لگتے تھے۔ برسات کا موسم ایک ماہ رہتا تھا اور یہ ایک مہینہ گاؤں کے باشندوں کیلئے گزارنا بہت مشکل ہو جاتا تھا۔ گاؤں کی ہر گلی کیچڑ سے بھر جاتی تھی اور مکانوں کی چھتوں سے پانی ٹپکنے لگتا تھا۔ اُس وقت بوشنی گاؤں کے باشندے اللہ میاں سے رو رو کر دُعا مانگتے تھے کہ بارشوں کا سلسلہ بند کر دے۔

اس برس بھی جب بارشیں شروع ہو گئیں تو اُن کا زور دیکھ کر بوشنی گاؤں کے باشندے گھبرا گئے اور سچے دل سے دُعا مانگنے لگے کہ یا اللہ! زیادہ بارش نہ برسانا۔ بارش چار دن سے لگاتار ہو رہی تھی اور بوشنی گاؤں کے رہنے والے اپنے اپنے گھروں میں قید ہو کے رہ گئے تھے۔ دریائے گرالو میں بارش کی وجہ سے پانی بڑھنا شروع ہو گیا تھا اور وہ پانی کسی بھی وقت دریا کے کنارے توڑ کر گاؤں میں داخل ہو سکتا تھا۔ اس لئے گاؤں والے رات کو سوتے بھی نہیں تھے۔ وہ رات بھر جاگ کر بارش اور دریا کے پانی کی بھیانک آوازیں سن کر کانپتے رہتے تھے۔

ایک رات گاؤں والوں نے دریا کی طرف سے دل ہلا دینے والی آواز سنی جیسے منہ زور پانی نے دریا کا مضبوط کنارہ توڑ دیا ہو۔ اِس آواز کو سن کر گاؤں والوں نے ایک دوسرے کو پکارنا شروع کر دیا۔ اسی لمحے وہ خوفناک آواز گاؤں کے بالکل قریب آ گئی۔ پھر گاؤں کے ہر گھر میں دریا کے گدلے پانی کا ریلا داخل ہو گیا جس سے لوگوں کا سامان بہہ بہہ کر باہر جانے لگا۔ گاؤں والے ریلا آنے سے قبل ہی مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئے تھے اس لئے وہ تو بچ گئے مگر اُن کی اور بہت سی چیزیں تیز رفتار پانی اپنے ساتھ بہا کر لے گیا۔ ان میں بہت سارے مویشی بھی تھے۔

صبح کے وقت بارش تھم گئی۔ ساتھ ہی دریا کا پانی بھی اُتر گیا لیکن گاؤں والے ایک اور مصیبت میں پھنس گئے۔ پورے گاؤں میں دریا کے پانی کی وجہ سے چوہوں جیسی مخلوق پھیل گئی تھی۔ ان میں اور چوہوں میں فرق یہ تھا کہ چوہوں کی دو آنکھیں ہوتی ہیں جبکہ اس مخلوق کی تین آنکھیں تھیں۔ دوسرا وہ انتہائی بدشکل تھی۔ اُس پر نظر پڑتے ہی دل کانپ اُٹھتا تھا۔ گاؤں والوں نے وہ تین آنکھوں والے چوہے پہلی مرتبہ دیکھے تھے۔ اس لئے وہ حیران بھی ہو رہے تھے اور اُن سے خوف بھی کھا رہے تھے۔ وہ چوہے سینکڑوں کی تعداد میں تھے اور گاؤں کی گلیوں اور گھروں میں ایسے [illegible]

تلاش کر رہے ہوں۔ اُن کی تیسری آنکھ جو ناک کے اُوپر تھی اُس میں سے سرخ رنگ کی روشنی پھوٹ رہی تھی۔ پھر لوگوں کے دیکھتے ہی دیکھتے اُن چوہوں نے گاؤں کے مویشیوں پر حملہ کر دیا اور اُنہیں کاٹ کاٹ کر کھانے لگے۔ اُن کے حملے سے گھبرا کر گاؤں کی بھینسیں، بکریاں اور دوسرے جانور گلے سے خوف زدہ آوازیں نکالنے لگے۔ چوہے پہلے اپنی تیسری آنکھ سے جانور پر روشنی پھینک کر رک کر اُسے مفلوج کر دیتے تھے۔ اس کے بعد وہ اُس کا گوشت کھانا شروع کر دیتے تھے۔

یہ دردناک منظر دیکھ کر گاؤں والے چھتوں سے اتر آئے اور ڈنڈوں اور لاٹھیوں سے تین آنکھوں والے چوہوں کو مارنے لگے۔ چوہوں نے بھاگنے کی بجائے انسانوں پر حملہ کر دیا اور اُنہیں بھی نیچے گرا کر کھانے لگے۔ وہ جس آدمی پر بھی سرخ روشنی پھینکتے وہ گر کر بے ہوش جاتا تھا اور چوہوں کی ٹولی اُس پر ٹوٹ پڑتی تھی۔ چند ہی لمحوں کے اندر اندر اُنہوں نے گاؤں کے آدھے انسانوں اور جانوروں کو چٹ کر لیا اور اس کے بعد وہ تیزی سے واپس دریا کی سمت بھاگ گئے۔

چوہوں کے ظلم کی وجہ سے سارے گاؤں میں کہرام مچ گیا۔ بچے، بوڑھے، جوان مکانوں کی چھتوں پر چڑھ کر اردگرد کے دیہات میں رہنے والوں کو مدد کیلئے پکارنے لگے۔ گاؤں کے چاروں طرف دریا کا پانی کھڑا تھا۔ اس میں سے گزر کر آنا بہت مشکل تھا اس لئے کوئی بھی اُن کی مدد کو نہ پہنچا۔ چنانچہ وہ آپ ہی گاؤں چھوڑ کر دوسرے دیہات میں چلے گئے۔ وہاں اُنہوں نے جب لوگوں کو تین آنکھوں والی خوفناک مخلوق کے بارے میں بتایا تو کسی نے بھی اُن کی بات پر یقین نہ کیا۔ سب کا خیال تھا کہ یہ لوگ سیلاب سے ڈر کر بھاگے ہیں اور ہمارے پاس رہنے کیلئے بہانہ گھڑ رہے ہیں۔

بہرحال پوشنی گاؤں کے باشندوں نے دوسری جگہوں پر رہنا شروع کر دیا تو پوشنی گاؤں بالکل ویران ہو گیا۔ مکان خالی پڑے ہوئے تھے۔ ان مکانوں کو خالی دیکھ کر تین آنکھوں والی مخلوق دریا سے نکلی اور گاؤں میں آ گئی اور ان مکانوں میں گھس گئی۔ جب وہاں اُس کے کھانے کی اشیاء ختم ہو گئیں تو وہ دوسری آبادیوں کی طرف چل دی۔

سب سے پہلے اُس نے نزدیکی گاؤں بانگو پر حملہ کیا اور اُس کے باشندوں کو بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ اس کے بعد وہ کچھو گاؤں کی سمت بڑھی اور اس کے مویشی وغیرہ کھا گئی۔ اب

مخلوق کا شور مچ گیا اور لوگ اپنے اپنے گھر بار چھوڑ کر دُور دُور دیہات کی طرف بھاگنے لگے۔

بھاگنے والوں میں ایک لڑکا منیر بھی تھا۔ منیر اپنے والدین کے ہمراہ بھاگ کر اپنے چچا کے پاس سروپ گاؤں میں پہنچا تو اُس کے چچازاد بھائی مقصود نے اُس سے پوچھا کہ یہ لوگ معمولی چوہوں سے ڈر کر کیوں بھاگ آئے ہیں۔ کیا یہ چوہوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ جواب میں منیر نے کہا:

''وہ معمولی چوہے نہیں ہیں بلکہ کوئی خوفناک مخلوق ہے۔ اُس کے ماتھے پر تیسری آنکھ ہے۔ جس میں سے وہ سرخ رنگ کی روشنی نکال کر ہر جاندار کو بے ہوش کر دیتی ہے اور پھر اُسے کھا جاتی ہے''

مقصود کو منیر کی بات کا یقین نہ آیا۔ اُس نے منیر سے کہا:

''ایسی مخلوق کے بارے میں، میں نے پہلی مرتبہ سنا ہے۔ مجھے تو یقین نہیں آرہا۔ کیا تم مجھے وہ مخلوق دکھا سکتے ہو؟''

منیر نے جھٹ کہا:

''ناں بابا ناں، میں اُس مخلوق کے سامنے نہیں جانا چاہتا۔ وہ مجھے بھی کھا جائے گی''

مگر مقصود نے ضد کر کے منیر کو رضامند کر لیا اور وہ دونوں گھر والوں سے چوری اِن دیہات کی طرف چل پڑے جن پر تین آنکھوں والے چوہوں نے قبضہ کر رکھا تھا۔ وہاں جا کے اُنہوں نے دیکھا کہ چوہوں نے کسی شے کو زندہ نہیں چھوڑا تھا۔ وہ مینڈک، چھپکلیاں اور کچھوے بھی کھا گئے تھے۔ مقصود اور منیر سیلاب کے پانی سے بچتے بچاتے آگے بڑھتے جا رہے تھے کہ ایک جگہ منیر کے قدم رُک گئے اور اُس نے چیخ کر مقصود سے کہا:

''مقصود! وہ سامنے درخت پر دیکھو۔ چوہے درخت پر چڑھے ہوئے ہیں''

مقصود نے اُس درخت کی طرف دیکھا تو اُس کے بدن میں خوف کی لہر دوڑ گئی کیونکہ اُس درخت پر ہزاروں چوہے چڑھے ہوئے تھے اور ایسے لگ رہے تھے جیسے پورا درخت شہد کی مکھیوں کا چھتا ہو۔ چوہوں نے بھی اُنہیں دیکھ لیا اور تیزی سے نیچے اُترنے لگے۔ بعض نے تو افراتفری کے عالم میں درخت سے چھلانگ ماری اور مقصود اور منیر کی طرف دوڑ پڑے۔ مقصود اور منیر کی یہ دیکھ کر جان ہی نکل گئی۔ وہ جدھر کو منہ اُٹھا سرپٹ دوڑ پڑے۔ مقصود دائیں جانب کو دوڑنے لگا اور منیر بائیں جانب کو۔ کھیتوں

تھا لیکن جان بچانے کی خاطر وہ گرتے پڑتے لگا تار دوڑتے رہے۔دوڑتے دوڑتے مقصود کا ایک جگہ گیلی مٹی پر پاؤں پھسلا اور وہ کیچڑ میں دُور تک پھسلتا چلا گیا۔اِسی لمحے اُس کے سر پر بہت سارے چوہے ہو گئے۔وہ چوہے بہت بھوکے تھے۔اِس لئے منہ سے بھیانک آوازیں نکال رہے تھے۔اُن کی وحشت کی انتہا نہ رہی۔وہ کیچڑ کے اندر سے گزر کر مقصود کی سمت بڑھے۔مقصود چوہوں کو قریب آتا دیکھ کر دردناک انداز میں رونے لگا۔اُس نے اُٹھنے کی کوشش کی مگر فرطِ دہشت سے اُس سے اُٹھا نہ گیا۔اُس کی ٹانگیں زور زور سے کانپ رہی تھیں۔اُس نے چیخنا چاہا پر اُس کی آواز گلے سے نہ نکلی۔لہٰذا وہ بے بسی سے چوہوں کو دیکھنے لگا۔اُس نے دیکھا کہ وہ تھے تو چوہوں جیسے لیکن وہ چوہے نہیں تھے کیونکہ اُن کے منہ سے جو زبان نکلتی تھی وہ سانپ کے جیسی تھی اور کان چمگادڑوں کے کانوں جیسے تھے اور ٹانگیں چھپکلیوں کی ٹانگوں جیسی تھیں۔سب سے بڑھ کر دل ہلا دینے والی چیز اُن کی تیسری آنکھ تھی جو بالکل اُلو کی آنکھ جیسی تھی اور لگا تار چاروں طرف تیزی سے گھوم رہی تھی اور اِس آنکھ میں سے وہ سرخ روشنی خارج کر رہے تھے۔مقصود کے بالکل پاس پہنچ کر اُنہوں نے اپنی تیسری آنکھ سے سرخ روشنی مقصود پر پھینکی تو مقصود اپنی موت کا یقین کر کے بے ہوش ہو گیا۔اُدھر یہ ہوا کہ چوہوں کی پھینکی ہوئی روشنی مقصود تک نہ پہنچی۔اُنہوں نے غصے میں آ کر پھر مقصود پر روشنی پھینکی لیکن وہ بھی راہ میں رک گئی۔اس پر چوہے زور زور سے غرانے لگے اور غضبناک ہو کر پنجوں سے زمین اُدھیڑنے لگے۔تبھی مقصود دوبارہ ہوش میں آ گیا اور خود کو زندہ پا کر بڑا حیران ہوا۔اُس نے دیکھا کہ چوہے اُس پر روشنی پھینکتے تھے پر وہ اُس تک نہیں پہنچ رہی تھی۔اِس سے مقصود بڑا حیران بھی ہوا اور خوش بھی۔وہ وہاں سے اُٹھ کر بھاگنے کی بجائے دل مضبوط کر کے چپ چاپ لیٹا رہا اور غور کرتا رہا کہ سرخ روشنی اُس تک کیوں نہیں پہنچ رہی۔ایک طرف وہ خوش تھا کہ چوہوں کی چیر پھاڑ سے بچ گیا ہے تو دوسری طرف چوہوں کی غصے سے بُری حالت تھی۔وہ مقصود کو کھانے کیلئے آگے بڑھتے تھے لیکن ڈری ڈری چیخیں مار کر پیچھے ہٹ جاتے تھے پر وہ زور زور سے زمین پر پنجے مارنے لگتے تھے۔

سوچ سوچ کر مقصود کو معلوم ہو گیا کہ چوہوں کی تیسری آنکھ سے نکلنے والی روشنی اُس تک کیوں نہیں پہنچ رہی اور چو[illegible] نہیں آ رہے۔دراصل اُس [illegible]

پہن رکھی تھی جس پر روشنی کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا بلکہ اُس کے لباس سے چوہوں کی روشنی ٹکرا کر واپس جاتی تھی اور چوہوں کو زخمی کرتی تھی۔ مقصود یہ دیکھا کہ ان چوہوں میں سے کئی چوہے اب بے ہوش ہونے کے قریب پہنچ چکے تھے۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ روشنی اُلٹا چوہوں کو بے ہوش کر دیتی، چوہے خوف زدہ ہو کر واپس بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس پر مقصود نے خوشی کا نعرہ لگایا اور اُٹھ کھڑا ہوا۔ پھر وہ سرپٹ اپنے گاؤں کی طرف دوڑنے لگا۔

گاؤں میں جا کر اُس نے گاؤں والوں کو تمام صورتحال سے آگاہ کیا اور یہ بھی بتایا کہ بھوکے چوہے کسی بھی وقت ہمارے گاؤں پر حملہ کر دیں گے۔ اس لئے ہمیں اُنہیں پہلے ہی مار ڈالنا چاہیے۔ چنانچہ گاؤں والوں کے دو اڑھائی سو نوجوانوں نے سرخ رنگ کی ریشمی چادریں اپنے جسموں کے گرد لپیٹیں اور لاٹھیاں، ڈنڈے اور مٹی کے تیل کے کنستر لے کر اُس طرف چل پڑے جدھر چوہوں کا ہجوم تھا۔ چوہوں نے بے شمار انسانوں کی آوازیں سنی، ساتھ ہی اُن کی جو بو سونگھی تو خوش ہو گئے کہ شکار آ رہا ہے۔ وہ بھی اُدھر دوڑ پڑے جدھر سے مقصود گاؤں والوں کو لے کر آ رہا تھا۔ انسانوں اور تین آنکھوں والی مخلوق کا آمنا سامنا ہوا تو تین آنکھوں والی مخلوق نے انسانوں پر زبردست حملہ کر دیا مگر وہ انسانوں تک نہ پہنچ سکی۔ اس پر اُس نے وہاں سے بھاگ نکلنے کی کوشش کی۔ اتنی دیر میں انسانوں نے تین آنکھوں والی خونخوار مخلوق کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور اُس پر لاٹھیاں اور ڈنڈے برسانے لگے۔

پھر اُنہوں نے آدم خور چوہوں کے چاروں طرف مٹی کے تیل کا چھڑکاؤ کر کے آگ لگا دی اور اس آگ میں اضافہ کرنے کیلئے اس میں خشک لکڑیاں، پھٹے پرانے کپڑے اور درختوں کے سوکھے پتے پھینکنے لگے۔ اس سے آگ کے شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے اور اُس کا دائرہ وسیع ہو گیا جس کے بعد تین آنکھوں والی مخلوق کا بچنا مشکل ہو گیا۔ وہ اسی آگ میں دھڑا دھڑ جلنے لگی۔ آخر کار سب کے سب خونی چوہے اس آگ میں جل کر بھسم ہو گئے۔

بہادر لڑکی

محمد اسلم جاوید



ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک رحمدل بادشاہ ملک ترکستان پر حکومت کرتا تھا۔ بادشاہ اور ملکہ کے پاس دُنیا کی ہر خوشی موجود تھی لیکن ایک غم ہر وقت اُن کے دلوں میں سمایا رہتا تھا۔ جب بادشاہ کی عمر بڑھاپے کی طرف چل پڑی تو بادشاہ ہر وقت غمگین رہنے لگا۔ وزیر بھی اس کے غم میں برابر کا

دوسری شادی کا بھی مشورہ دیا لیکن بادشاہ ملکہ کو بہت چاہتا تھا۔ اس لیے وزیر کی اس تجویز کو مسترد کر دیتا تھا۔

کرنا خدا کا کیا ہوا کہ ایک دفعہ محل میں بادشاہ اور ملکہ اکٹھے بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ انہوں نے ایک فقیر کی صدا سنی۔ بادشاہ نے نوکر کو فقیر کو بلانے کیلئے بھیج دیا۔ فقیر محل میں آیا تو بادشاہ نے اُس کی خدمت کی اور پوچھا:

"اگر بابا! کسی چیز کی ضرورت محسوس ہو تو میرے پاس چلے آنا"

فقیر ملکہ کے غمگین چہرے کی طرف کب سے دیکھ رہا تھا۔ ملکہ سے فقیر مخاطب ہو کر کہنے لگا:

"بیٹی! تم کیوں غمگین ہو؟"

اُس نے عرض کی:

"بابا جی ہمارے ہاں کوئی اولاد نہیں ہے"

بابا جی نے اُسی وقت ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے اور خدا تعالیٰ سے اُن کیلئے دُعا کی اور جاتے ہوئے کہہ گیا کہ:

"ڈیڑھ برس کے بعد تمہارے ہاں ایک چاند سا بیٹا پیدا ہوگا۔

اتنا کہنے کے بعد فقیر محل سے نکل کر غائب ہو گیا۔

عرصہ مکمل ہونے کے بعد بادشاہ کے ہاں ایک خوبرو، خوش شکل لڑکا پیدا ہوا۔ بادشاہ نے اُس کا نام سعید رکھا اور پھر نجومیوں سے اُس کے مستقبل کے بارے میں دریافت کیا۔ نجومیوں نے اس کے بارے میں کہا کہ:

"یہ شہزادہ غریب پرور، سخی، رحمدل اور نیک ہوگا اور ساتھ والے ملک کو بھی فتح کر کے اپنے ساتھ ملا لے گا، نوجوانی کی عمر میں اس کو کچھ مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ان مشکلات پر یہ بڑی دلیری کے ساتھ قابو پالے گا"

بادشاہ نے تمام ملک میں کھانا تقسیم کیا، تمام رات چراغاں ہوا۔ ملک میں رعایا نے خوب دھوم دھام سے شہزادے کی پیدائش پر جشن منایا۔

شہزادہ سعید بڑھنا شروع ہوا تو وہ پہلے سے بھی زیادہ خوبصورت ہوتا چلا گیا حتیٰ کہ جب اُس کی عمر سترہ سال کی ہوئی تو اُس کی خوبصورتی کی دھوم ترکستان سے نکل کر ہمسایہ ملک میں بھی ہوگئی۔ بادشاہ اور ملکہ اپنی اکلوتی اولاد کو دیکھ کر خوش ہوتے تھے اور فخر سے سینے اُبھر آتے تھے کہ اُن کا بیٹا رحمدل، سخی اور بہادر ہے۔ شہزادے سعید کو شکار سے بھی گہری دلچسپی تھی۔

ایک دفعہ شکار کھیلنے کیلئے جنگل میں گیا۔ اُس کے ساتھ نوکر چاکر بھی تھے۔

کی تلاش میں مارے مارے پھرتے رہے لیکن شکار نہ مل سکا۔ شام کو جب وہ واپس آ رہے تھے تو اچانک شہزادے کو ایک ہرن نظر آیا جو کہ چوکڑیاں بھرتا ہوا جا رہا تھا۔ شہزادے نے گھوڑے کو ہرن کے پیچھے دوڑایا۔ ہرن کچھ اور تیز ہو گیا۔ شہزادے نے ایک تیر کھینچ کر ہرن کو مارا۔ ہرن کی ٹانگ اس تیر کی وجہ سے زخمی ہو گئی۔ ہرن کو شہزادے نے ایک محل میں داخل ہوتے دیکھا۔ شہزادہ پہلے تو جنگل میں محل کو دیکھ کر حیران ہوا۔ پھر اللہ کا نام لے کر محل میں داخل ہو گیا۔ محل میں داخل ہوتے ہی اُس کو اندھیرے کا سامنا کرنا پڑا۔ اندھیرے سے باہر نکلا تو اُس نے ایک بدصورت آدمی کو دیکھا جس کے دانت باہر کو نکلے ہوئے تھے۔ اُس کی پیشانی پر چار آنکھیں تھیں اور چار ہاتھ تھے۔ شہزادہ اُس کو دیکھ کر خوف زدہ ہوا، پھر سنبھل کر کہنے لگا:

''جناب! میرا ایک شکار اس محل میں داخل ہوا ہے۔ اگر آپ کہیں تو میں اُس کو تلاش کر کے اپنے ساتھ لے جاؤں۔''

اس خوفناک چہرے والے شخص نے جب اتنا سنا تو اُس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا اور ساتھ ہی ساتھ اُس کا قد بھی بڑھنا شروع ہو گیا۔ شہزادے سعید نے ایسا ہوتا دیکھا تو اُس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ جب شہزادے نے دوبارہ آنکھیں کھولیں تو اُس کے سامنے ایک جن کھڑا تھا۔ منہ سے خوفناک دانتوں کے علاوہ اُس کے سر پر دو سینگ بھی نکل آئے تھے۔ جن نے خوفناک آواز میں دریافت کیا:

''کیا میرے پیارے ہرن کو تم نے زخمی کیا ہے؟''

شہزادے نے کہا:

''جناب ایک ہرن کو میں نے اپنے تیر سے زخمی کیا ہے۔ اب وہ آپ کے محل میں ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ آپ کا ہے یا کسی اور کا۔ البتہ وہ ہرن اگر آپ کا ہے تو میں معافی مانگتا ہوں کہ آپ کے ہرن کو میری وجہ سے تکلیف پہنچی۔''

جن بہت ظالم تھا۔ اُس نے شہزادے سعید کو بلبل بنا دیا۔ شہزادے نے جن سے التجا کی کہ:

''میں نے لاعلمی کی وجہ سے آپ کے ہرن کو زخمی کیا، مجھے معاف کر دو۔''

لیکن جن یہ کہتا ہوا غائب ہو گیا کہ:

''تم تمام عمر اس محل میں ہی گزارو گے۔ اگر باہر نکلنے کی کوشش کی تو جل کر راکھ ہو جاؤ گے۔ تمہاری طرح یہاں اور بھی کئی شہزادے ...

اُدھر شہزادے کے ساتھی تمام رات شہزادے کو تلاش کرتے رہے جو کہ ہرن کے پیچھے جاتے ہوئے واپس نہیں آیا تھا۔ شہزادے کے ساتھیوں نے محل میں جا کر بادشاہ کو تمام حالات سے آگاہ کیا۔ بادشاہ بہت پریشان ہوا اور تمام درباریوں کو شہزادے کی تلاش میں روانہ کر دیا لیکن تمام کے تمام ناکام لوٹے۔

جب شہزادہ سعید شاہی محل میں آرام کی زندگی بسر کر رہا تھا تو اُن دنوں ایک غریب سی لڑکی نے اُس کو دیکھ لیا تھا اور وہ شہزادے سے محبت کرنے لگی تھی۔ لڑکی تھی غریب لیکن بہت خوبصورت، نیک اور خوش گفتار تھی۔ جب لڑکی نے شہزادے سعید کی گمشدگی کا سنا تو بہت پریشان ہوئی اور وہ اُداس اُداس رہنے لگی۔

بادشاہ جب تلاش میں ناکام رہا تو اُس نے تمام ملک میں اعلان کروا دیا کہ جو شخص شہزادے سعید کو تلاش کر کے لائے گا، ہم اُس کو انعام واکرم کے ساتھ ساتھ آدھی بادشاہت بھی عطا کریں گے۔ بہت سے لوگ شہزادے کی تلاش میں روانہ ہوئے لیکن ناکام واپس آئے۔ آخر کار اُس غریب لڑکی نے جس کا نام شگفتہ تھا، شہزادے کو تلاش کرنے کی ٹھانی۔

شگفتہ نے مردانہ لباس زیب تن کیا اور محل میں پہنچی اور تلاش کیلئے اجازت طلب کی۔ بادشاہ نے اِس خوبصورت نوجوان کو دیکھا تو اُس سے کہا:

"تمام ملک کے لوگ ناکام واپس آگئے اور کچھ واپس ابھی تک نہیں آئے۔ کچھ زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ میرا دل تمہیں اجازت دینے کو نہیں چاہتا اور میں نہیں چاہتا کہ تمہارے جیسا خوبرو نوجوان موت سے ہمکنار ہو"

شگفتہ نے اپنی گفتگو سے بادشاہ سے اجازت لے لی اور تلاش کیلئے نکل پڑی۔ شگفتہ گھوڑے پر سوار جنگل میں نکل گئی۔ چلتے چلتے جب وہ کافی دُور نکل گئی تو اُس کو پیچھے سے کراہنے کی آواز سنائی دی۔ لڑکی نے گھوڑے کو واپس کیا اور جس طرف سے آواز آرہی تھی اُس طرف چل پڑی۔ جب وہ نزدیک پہنچی تو اُس نے دیکھا کہ ایک بوڑھا آدمی جو کہ لاغر اور بیمار تھا بہت اُونچی آواز سے کراہ رہا تھا۔ لڑکی نیک اور رحمدل تھی۔ اِس لئے گھوڑے سے نیچے آئی اور عرض کی:

"بابا جی! آپ نے کہاں جانا ہے۔ میں آپ کو چھوڑ آتا ہوں"

اُس بوڑھے آدمی نے ایک نظر لڑکی کے چہرے پر ڈالی اور کہا:

''بیٹا! مجھے اپنی جھونپڑی میں جانا ہے جو کہ یہاں سے کچھ دُور واقع ہے''

شگفتہ نے اپنا گھوڑا پیش کیا اور خود جھونپڑی تک پیدل آئی۔ یہاں پر بابا نے کہا:

''بیٹی! جھونپڑی کے اندر آ جاؤ''

شگفتہ بہت حیران ہوئی کہ میں تو مردانہ لباس میں ہوں اور چہرہ بھی مردانہ بنا رکھا ہے، پھر یہ بابا کس طرح مجھے بیٹی کہہ رہا ہے۔ بابا نے کہا:

''بیٹی! اللہ والوں سے کوئی بات چھپی نہیں رہتی۔ میں تو ویسے ہی تمہارا امتحان لے رہا تھا، آ جا جھونپڑی میں''......

شگفتہ حیران و پریشان جھونپڑی میں داخل ہو گئی۔ شام کا عالم تھا۔ بابا نے شگفتہ کو رات جھونپڑی میں بسر کرنے پر رضامند کر لیا۔ کھانا کھانے کے بعد بابا جی عبادت میں مشغول ہو گئے اور شگفتہ تمام رات سوئی رہی۔

صبح کو شگفتہ سے بابا جی نے اُس کے ارادے کے متعلق دریافت کیا۔ شگفتہ نے کہا:

''بابا جی! میرے دل میں چھپی ہوئی باتوں سے آپ واقف ہیں اور آپ کو میرے تمام حالات سے آگاہی بھی ہو چکی ہے۔ میں آپ کے پاؤں پکڑتی ہوں اور میری عرض ہے کہ آپ مجھے اتنا بتا دیں کہ شہزادہ سعید کہاں ہے''

بابا جی نے کہا:

''بیٹی! شہزادہ ایک ظالم جن کی قید میں ہے اور ایک بلبل کی صورت میں زندگی بسر کر رہا ہے۔ مجھے علم ہے کہ تم اُس کو ہر مصیبت سے نجات دلانے کا پکا ارادہ لے کر آئی ہو۔ میں تمہاری حوصلہ شکنی نہیں کروں گا۔ بس چند ہدایات ذہن نشین کر لو اور یہ چیزیں بھی ساتھ لیتی جانا، بوقت ضرورت کام آئیں گی۔ ان چیزوں میں ایک گلابی رنگ کا منکا، ایک چھڑی اور ہرے رنگ کی ایک چادر شامل ہیں''

بابا نے ان تمام اشیاء کو استعمال کرنے کے طریقے سمجھائے اور آخر میں دُعا دے کر رخصت کیا۔ شگفتہ ابھی کچھ ہی دُور گئی تھی کہ اُس کو یاد آیا کہ میں نے بابا سے راستہ تو معلوم کیا ہی نہیں۔ بابا کی طرف جانے کیلئے گھوڑے کو موڑا ہی تھا کہ چادر کا خیال آیا جو کہ بابا نے دی تھی۔ بابا نے چادر کے متعلق کہا تھا کہ زمین پر بچھا کر جہاں جانا ہو، چادر سے بولو۔ یہ چادر وہیں پر پہنچا دیتی ہے۔ لڑکی نے چادر کو زمین پر بچھایا اور گھوڑے سمیت چادر پر پہنچ کر جن کے محل

چادر زمین سے بلند ہوئی اور چند منٹوں میں جن کے محل پہنچ گئی۔ شگفتہ نے گھوڑے کو باہر باندھا اور محل میں داخل ہو گئی۔ شگفتہ اندھیرے سے گزرنے کے بعد جب کھلے آسمان کے نیچے آئی تو اُس کی نظر اپنے سامنے کھڑے ہوئے جن پر پڑی جو کہ اچانک نمودار ہوا تھا۔ شگفتہ جن کو دیکھ کر پہلے تو گھبرائی اور پھر حوصلہ کر کے مخاطب ہوئی:

"کیا شہزادہ سعید اِس محل میں قید ہے؟"

جن نے کہا۔

"ہاں اور اب تم بھی ہمارے سردار قلمقل کی قید میں ہو"

اتنا کہنے کے بعد جن نے شگفتہ کو پکڑنے کیلئے ہاتھ بڑھایا، شگفتہ نے فوراً منہ میں بابا جی کا دیا ہوا منکا ڈال لیا۔ جن اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ دراصل منکے کی یہ خاصیت تھی کہ وہ جس کے منہ میں چلا جاتا تھا اُس کو نظروں سے اُوجھل کر دیتا تھا۔ شگفتہ جن کو دیکھ رہی تھی لیکن جن کو وہ نظر نہیں آرہی تھی۔ شگفتہ نے تلوار نکال کر جن کو قتل کر دیا اور آگے بڑھ گئی۔ باقی تمام محل میں ویرانی ہی ویرانی تھی۔ محل میں صرف چند کبوتر، بلبل اور دوسرے پرندے شامل تھے جو کہ اُداس بیٹھے آنسو بہا رہے تھے۔ شگفتہ تمام محل میں گھومتی پھری۔ محل کے تمام کمرے بند تھے۔ سب کمروں میں تالے لگے ہوئے تھے۔ صرف ایک کمرہ کھلا ہوا تھا۔ شگفتہ خدا کا نام لے کر اندر داخل ہو گئی۔ کمرے میں کھانے پینے اور سونے کا سامان موجود تھا۔ شگفتہ نے تمام کمرے کی تلاشی لی تا کہ دوسرے کمروں کے چابیاں ہی مل جائیں۔ چابیاں اُسے ایک انسانی کھوپڑی کے اندر سے مل گئیں۔ وہ چابیوں کو لے کر محل کے کمروں کو کھولنے لگی۔

پہلا کمرہ کھولا تو وہ اندر دیکھ کر حیران رہ گئی۔ وہاں پر سونے چاندی کے انبار لگے ہوئے تھے۔ دوسرے اور تیسرے کمرے میں بھی ایسی ہی قیمتی اشیاء کے ڈھیر تھے۔ چوتھے کمرے میں جب اُس نے دیکھا تو وہ گھبرا گئی کیونکہ اِس کمرے میں انسانی کھوپڑیاں اور ہڈیاں موجود تھیں جن پر سے دانتوں سے گوشت نوچ لیا گیا تھا۔ شگفتہ ابھی اور کمرے کھولنا چاہتی تھی کہ اُسے رونے کی آواز سنائی دی۔ وہ آواز کی سمت چل دی اور ایک دروازے کے قریب رُک گئی کیونکہ آواز کمرے کے اندر سے آرہی تھی۔ اُس نے تالا کھولا اور اندر داخل ہو گئی۔ کمرے کے اندر ایک لڑکی حیران و پریشان شگفتہ کی طرف دیکھ رہی تھی۔ شگفتہ نے مردا

ہے اور یہاں کس طرح قید ہے۔ لڑکی نے شگفتہ کی طرف دیکھا اور کہا:

"مجھے قلمقل جن نے قید کر رکھا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ میں اُس سے شادی کرلوں لیکن میں اُس سے کس طرح شادی کرسکتی ہوں۔ وہ جن ہے اور میں انسان، میرا نام رخشندہ نسیم ہے، میرا تعلق ملک بلگارستان سے ہے۔ میں ملک بلگارستان کی شہزادی ہوں۔ مجھے یہ جن پانچ برس پہلے محل سے اُٹھا لایا تھا اور روز مجھے آکر شادی کیلئے مجبور کرتا ہے"

شگفتہ نے کہا کہ:

"میں جن قلمقل کو قتل کر کے تمام دوسرے قیدیوں کو بھی رہائی دلواؤں گا"

مردانہ آواز میں شگفتہ اس لیے بات کر رہی تھی کیونکہ وہ مردانہ لباس پہنے ہوئے تھی اور وہ کسی پر ظاہر نہیں ہونے دینا چاہتی تھی کہ وہ عورت ہے۔

"اگر تم میری کچھ مدد کرسکتی ہو تو تمہاری مہربانی ہوگی"

شہزادی رخشندہ نسیم نے کہا۔

"جن قلمقل کل کہہ رہا تھا کہ ایک ہفتے کے اندر اندر شادی کے بارے میں مجھے بتا دو ورنہ میں تم سے زبردستی شادی کرلوں گا اور اس شادی کے موقع پر تمام قیدیوں کا گوشت اپنے تمام ساتھیوں کے سامنے پیش کروں گا۔ جن قلمقل ہر تیسرے دن قیدیوں میں سے ایک کا گوشت کھاتا ہے اور اُس کی ہڈیاں کمروں میں رکھتا ہے۔ آج بھی اُس نے ایک قیدی کو اپنی خوراک بنانا ہے۔ میں اس لیے رو رہی تھی کہ میری تمام زندگی یونہی گزرے گی"

اسی وقت زور کی آندھی چلنے لگی۔ شہزادی رخشندہ نسیم نے شگفتہ سے کہا کہ:

"جن قلمقل کے آنے کا وقت ہوگیا ہے۔ وہ ادھر ہی آرہا ہے۔ تم کہیں چھپ جاؤ"

شگفتہ نے منکا منہ میں رکھ لیا۔ کمرے میں ایک نہایت بدشکل جن داخل ہوا۔ شگفتہ سمجھ گئی کہ یہی قلمقل جن ہے۔ جن نے شہزادہ رخشندہ نسیم سے شادی کے بارے میں مطالبہ کیا اور کہا کہ صرف چھ دن بعد تم سے شادی کروں گا۔ جن اتنا کہنے کے بعد چلا گیا۔ شگفتہ بھی اُس کے ساتھ ہی باہر نکل گئی۔

جن قلمقل نے باغ کا رُخ کیا اور وہاں جا کر ایک بلبل کو پکڑا اور منہ میں کچھ پڑھنے کے بعد بلبل پر پھونک دیا۔ بلبل [illegible]

کی شکل اختیار کرگئی۔ جن قلمقل نے نوجوان کو پکڑا اور ایک خوبصورت کمرے میں داخل ہوگیا۔ شگفتہ بھی اُس کے ساتھ تھی اور منکے کی وجہ سے نظر نہیں آرہی تھی۔ جن نے ایک قہقہہ لگایا اور اس خوبصورت نوجوان کو کمرے میں چھوڑ دیا۔ نوجوان نے زور سے چلانا شروع کردیا۔ جن نے نوجوان کو کھانے کیلئے ہاتھ بڑھایا تو شگفتہ نے چھڑی کو گھما کر جن کی آنکھ پر دے مارا۔ جن کی آنکھ سے خون بہنے لگا اور پوری قوت سے چنگھاڑا۔ ایک بار ایسے محسوس ہوا کہ محل میں زلزلہ آگیا ہو اور پھر جن اِدھر اُدھر دیکھنے لگا اور اپنے چاروں ہاتھوں سے کمرے کی تلاشی لینے لگا۔ اُس کی بقایا آنکھوں سے شعلے برسنے لگے۔ نوجوان حیران و پریشان کھڑا اس امداد پر خدا کا شکر ادا کررہا تھا۔ شگفتہ نے دوبارہ چھڑی کو گھما کر جن کی دوسری آنکھ پر مارا۔ جن قلمقل چنگھاڑتا اور چیختا ہوا کمرے سے غائب ہوگیا۔ شگفتہ نے نوجوان کی طرف دیکھا اور پھر منکا منہ سے نکال کر اُس کے سامنے آگئی۔ نوجوان نے شگفتہ کا شکریہ ادا کیا اور کہا:

"یہ جن اس طرح نہیں مرے گا بلکہ اس کی جان ایک ایسے شیر میں ہے جس کا سر انسان کا اور دھڑ شیر کا ہے۔ اگر اس شیر کو ختم کردیا جائے تو جن خودبخود مر جائے گا۔ اس شیر کو ختم کرنے کیلئے اپنی جان کی بازی لگانی پڑتی ہے"......

اتنا کہنے کے بعد نوجوان خودبخود بلبل بن گیا اور وہاں سے اُڑ کر باغ میں چلا گیا۔ وہ نوجوان جادو کے زور سے دوبارہ بلبل بن گیا تھا اور جب تک جادو ختم نہ ہوجائے وہ محل سے باہر نہیں جاسکتا تھا۔

شگفتہ نے شیر کو ختم کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا اور محل سے باہر نکل کر گھوڑے پر بیٹھ گئی اور چادر کو زمین پر بچھا کر اُس پر سوار ہوگئی اور اُس نے چادر کو اُس آدمی نما شیر کی طرف چلنے کو کہا۔ چند دنوں کی مسافت کے بعد وہ چادر اُس جگہ پہنچ گئی۔ شگفتہ چادر سے نیچے اُتری اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ وہاں اردگرد کوئی بھی چیز دکھائی نہیں دیتی تھی۔ ابھی وہ سوچ ہی رہی تھی کہ غیب سے ایک آواز آئی:

"اس سے آگے چادر نہیں جاسکتی، آگے کا سفر تم خود کرو۔ جہاں تم کھڑی ہو وہاں سے مشرق کی طرف تین گھنٹے مسلسل"

شگفتہ گھوڑے کو سرپٹ دوڑا رہی تھی اور تین گھنٹے کے بعد اُس نے اپنے سامنے ایک قلعے کے اُونچے اور نہایت پرانے مینار دیکھے۔

جن قلمقل محل۔

'سیاہ قلعہ' کے نام سے مشہور تھا میں چلا گیا تھا اور وہاں جا کر اُس نے اپنی آنکھوں کو صاف کیا اور دوائی ڈالی۔ چند گھنٹوں کے بعد اُس کی آنکھیں بالکل ٹھیک ہو گئیں۔ جن قلمقل اپنے دوست اور استاد جن کے پاس گیا جو کہ پرستان کا ظالم اور جابر بادشاہ تھا۔ اُس سے اپنے حالات پوچھے کہ میری آنکھیں کس نے پھاڑی ہیں۔

ظالم بادشاہ جس کو کاغان دیو کہتے تھے، نے جن قلمقل سے کہا کہ اُس کی موت قریب ہے۔ اگر وہ جلد از جلد شہزادی رخشندہ نسیم سے شادی کر لے اور وہاں پر موجود تمام قیدیوں کو قتل کر کے کھا جائے تو تمہاری موت ٹل سکتی ہے۔ چنانچہ جس وقت شگفتہ سیاہ قلعہ کے دروازے پر پہنچی، اُس وقت جن قلمقل اپنے تمام دوستوں کے ساتھ شہزادی رخشندہ نسیم سے شادی کرنے کیلئے محل کی طرف جا رہا تھا۔

شگفتہ نے سیاہ قلعہ کے چاروں طرف گھوم کر دیکھا۔ قلعہ کی دیواروں میں کہیں بھی کوئی دروازہ نہیں تھا۔ دیواریں بھی کافی اُونچی تھیں۔ وہ دیواروں کے ارد گرد گھوم گھوم کر تھک گئی تو ایک جگہ آرام کی غرض سے لیٹ گئی اور پھر اُس کی آنکھ لگ گئی۔

ملک ترکستان کی طرف کی بھی سنیے۔ شگفتہ کے چلے جانے کے بعد اُس کے گھر والے پریشان ہو گئے۔ اسی پریشانی کے عالم میں شگفتہ کے بھائی راشد نے اپنی بہن کو تلاش کرنے کیلئے جنگل کا رُخ کیا۔ وہ گھوڑا سرپٹ دوڑاتا جا رہا تھا۔ کہ اُس کو ایک آواز نے چونکا دیا۔ ایک بوڑھی مائی ایک بہت بڑے لکڑیوں کے گٹھے کے قریب کھڑی اُس کو پکار رہی تھی۔ وہ واپس آیا اور پوچھا کہ کیا بات ہے۔ بوڑھی عورت نے کہا:

"یہ لکڑیوں کا گٹھا جھونپڑی تک لے کر جانا ہے۔ اگر تم میری مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا"

چنانچہ راشد نے گٹھا گھوڑے پر لاد لیا اور جھونپڑی تک لے گیا۔ وہاں گٹھے کو رکھ کر جب وہ واپس جانے لگا تو اُس نے اپنے سامنے ایک خوبصورت پری کو مسکراتے دیکھا۔ راشد نے پوچھا کہ بوڑھی مائی کدھر گئی تو پری نے بتایا کہ وہ ہی بوڑھی مائی کا روپ دھارے ہوئے تھی اور میں نے تمہارا امتحان لینا تھا۔ پری نے کہا:

"تم یہ رسی اور ڈنڈا لے کر جاؤ۔ ضرورت کے وقت کام آئے گا۔ اگر کہیں میری ضرورت محسوس ہو تو اپنے انگوٹھے کو دانتوں میں دبانا تو میں حاضر ہو جاؤں گی"

پری نے راشد کو قلمقل جن کے محل کا پتہ بتا دیا۔ راشد اُس طرف چل دیا۔ جس وقت شگفتہ سو رہی تھی

اُس وقت قلقل جن محل میں داخل ہو چکا تھا اور اپنے تمام قیدیوں کو اکٹھا کر رہا تھا۔

اُدھر راشد قلقل جن کے محل کے باہر کھڑا اندر جانے کی سوچ رہا تھا۔ راشد خدا کا نام لیکر محل میں داخل ہو گیا اور وہ باغ کے اُس حصے کی طرف چل دیا جہاں پر بہت شور وغل تھا۔ راشد نے دیکھا کہ وہاں پر کافی تعداد میں جن موجود تھے اور ناچنے گانے میں مصروف تھے۔ راشد کافی دیر تک وہاں پر بیٹھا اُن کو دیکھتا رہا۔ چونکہ وہ جھاڑی کی اُوٹ میں تھا اس لئے وہ کسی کی نظر میں نہیں آسکا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اب اُس کو کیا کرنا چاہیے کہ اُس کی نظر ان قیدیوں پر پڑی جو ایک طرف بندھے پڑے تھے، اُن میں اُن کے ملک کا شہزادہ سعید بھی موجود تھا۔ اسی اثناء میں ایک جن کی نظر راشد پر پڑی اور وہ جن راشد کو پکڑنے کیلئے راشد کی طرف لپکا۔

شگفتہ نے خواب میں بابا جی کو دیکھا جو کہہ رہے تھے:

"بیٹی! جلد از جلد اُٹھو اور اس دیوار کو چھڑی سے گرا دو"

شگفتہ بہت جلد بیدار ہوئی اور چھڑی کو حکم دیا کہ وہ دیوار میں شگاف کر دے۔ چھڑی نے حکم کی تعمیل کی اور دیوار میں شگاف پڑ گیا۔ شگفتہ اس میں داخل ہو گئی اور تلوار نکال کر اُس پنجرے کی سمت روانہ ہوئی جس میں آدمی نما شیر تھا۔ ابھی وہ دروازے کے قریب پہنچی ہی تھی کہ اُس کا سامنا ایک نئی قسم کی مخلوق سے ہوا۔ اُس کے سامنے ایک سر کٹا بھاری جسم والا جن کھڑا تھا جس کی آنکھیں سینے پر تھیں۔

راشد کی طرف کی بھی سنیئے۔ جن نے راشد کو پکڑا ہی تھا کہ راشد نے رسی اور ڈنڈے سے کہا:

"رسی لپٹ اور ڈنڈا چل"

اتنا کہنے کی دیر تھی کہ رسی نے جن کو جکڑ لیا اور ڈنڈے نے اُس کا حلیہ بگاڑ دیا اور اسی طرح وہ جن مر گیا۔

شگفتہ نے سر کٹے جن کو ختم کرنے کیلئے تلوار سونت لی اور اُسے زخمی کر کے گرا دیا۔ جن کے اندر سے آواز آئی کہ ایک اور وار کر کے مجھے ختم کر دو۔ شگفتہ نے تیسرا وار کیا تو جن دوبارہ ٹھیک ہو کر سامنے آ گیا۔ شگفتہ حیران رہ گئی۔ پھر مقابلہ شروع ہوا اور پھر جن کو زخمی کر دیا۔ جن نے التجا کی کہ ایک وار کر کے مجھے ختم کر دو۔ شگفتہ تیسرا وار کرنا ہی چاہتی تھی کہ غیب سے آواز آئی:

"بیٹی! ایسا

شگفتہ سمجھ گئی کہ باباجی نے ہدایت دی ہے۔ چنانچہ وہ پنجرے کی طرف چل دی۔ سرکٹا جن خود بخود ختم ہو گیا اور شگفتہ نے جب شیر کو دیکھا تو ایک بار لرز اُٹھی کیونکہ شیر نہایت ہی خطرناک تھا۔ شیر اور شگفتہ کی جب آنکھیں چار ہوئیں تو شیر دھاڑا۔ اُسی وقت جن قلمقل کی حالت خراب ہو گئی۔ شگفتہ نے خدا کا نام لے کر شیر پر تلوار کا وار کیا۔ جس وقت شگفتہ نے شیر پر وار کیا اُسی وقت جن قلمقل شہزادی رخشندہ نسیم سے شادی کرنے ہی والا تھا۔ شگفتہ کا وار شیر کی پیٹھ پر لگا اور دوسرا وار شیر کی گردن پر ہوا۔ گردن کٹ کر گر گئی اور اُسی وقت جن قلمقل کی لاش دروازے کے باہر شگفتہ نے دیکھی۔ لاش سے کچھ ہی دور قلمقل جن کا سر موجود تھا۔

راشد نے جن قلمقل کو ہوا میں اُڑتے دیکھا۔ جن کی پیٹھ پر بہت بڑا زخم لگا ہوا تھا۔ وہ بہت غصے میں نظر آرہا تھا۔ دوسرے جنوں نے ایک دوسرے کو بتاتے ہوئے کہا کہ قلمقل جن کے اُس شیر کو کسی نے زخمی کر دیا ہے جس میں اُس کی جان تھی۔ راشد کو جنوں کے باتیں کرتے وقت تمام حالات کا پتہ چل گیا۔ اب جن دوسرے تمام قیدیوں کو جن میں شہزادہ سعید بھی شامل تھا، کھانے کا ارادہ کر رہے تھے اور پھر جلد ہی دوسرے تمام جن قیدیوں کی طرف لپکے۔ راشد نے رسی اور ڈنڈے کو حکم دیا کہ وہ تمام جنوں کو پکڑ لے اور ڈنڈا ہر ایک پر برسے۔ چنانچہ رسی نے تمام جنوں کو جکڑ لیا اور ڈنڈہ برسنا شروع ہو گیا۔ اس طرح تمام جنوں کا خاتمہ ہوا اور راشد نے دوبارہ رسی اور ڈنڈے کو اپنے پاس بلا لیا۔ تمام قیدی حیران و پریشان کھڑے راشد کو دیکھ رہے تھے اور شہزادی رخشندہ نسیم نے راشد کا شکریہ ادا کیا۔ راشد نے بتایا کہ وہ ترکستان کا رہنے والا ہے اور اپنی بہن کی تلاش میں آیا تھا جو کہ شہزادے سعید کی تلاش میں نکلی تھی۔

شیر کو ختم کرنے کے بعد شگفتہ نے چادر بچھا کر جن قلمقل کے محل میں اُترنے کو کہا اور جس وقت تمام لوگ باتیں کر رہے تھے، وہ بھی پہنچ گئی۔ راشد نے اپنی بہن کو دیکھا تو بہت خوش ہوا اور شہزادے سعید نے جب شگفتہ کو دیکھا تو حیران رہ گیا کیونکہ شگفتہ نہایت خوبصورت لڑکی تھی۔ شہزادی رخشندہ نسیم کو جب معلوم ہوا کہ یہ وہ نوجوان ہے جس سے وہ پہلے بھی ملاقات کر چکی ہے تو بہت خوش ہوئی۔ باقی تمام لوگوں کو اُنہوں نے اپنے اپنے گھر جانے کی اجازت دے دی اور خود خوب باتیں کرتے ہوئے روانہ ہوئے۔ راستے میں اُنہیں باباجی اور پری مل گئے تمام لوگوں نے اِن دونوں کا شکریہ

سنہری باتیں

مرسلہ: عمیر یوسف

☆ یہ دنیا فانی ہے اور اس دنیا میں انسان جو کچھ بوتا ہے وہی کچھ کاٹتا ہے۔

☆ نیک اعمال ہمیشہ زندہ رہتے ہیں جبکہ بُرے اعمال کو ہر کوئی نفرت سے دیکھتا ہے۔

☆ انسان کو حیات ابدی حاصل کرنے کیلئے انسانیت کی بھلائی کے کام کرنے چاہئیں۔

☆ موت ہر انسان کا مقدر ہے اور یہ کسی صورت میں نہیں ٹل سکتی۔

☆ برے لوگوں کو مرنے کے بعد کوئی یاد نہیں رکھتا جبکہ نیک لوگوں کو ہر کوئی یاد رکھتا ہے۔

☆ انسان کا اصل جوہر اُسکا کردار ہے جسکی بہتری کیلئے ہر انسان کو کوشاں رہنا چاہیے۔

واپس کر دیں۔ بابا جی نے چادر واپس دے دی اور کہا کہ اسی پر بیٹھ کر تم اپنے گھر چلے جاؤ۔ چنانچہ راشد، شہزادی شگفتہ نسیم، شگفتہ اور شہزادہ سعید نے چادر پر بیٹھ کر ملک ترکستان کے محل میں جانے کو کہا۔ چند لمحوں میں وہ وہاں پہنچ گئے۔

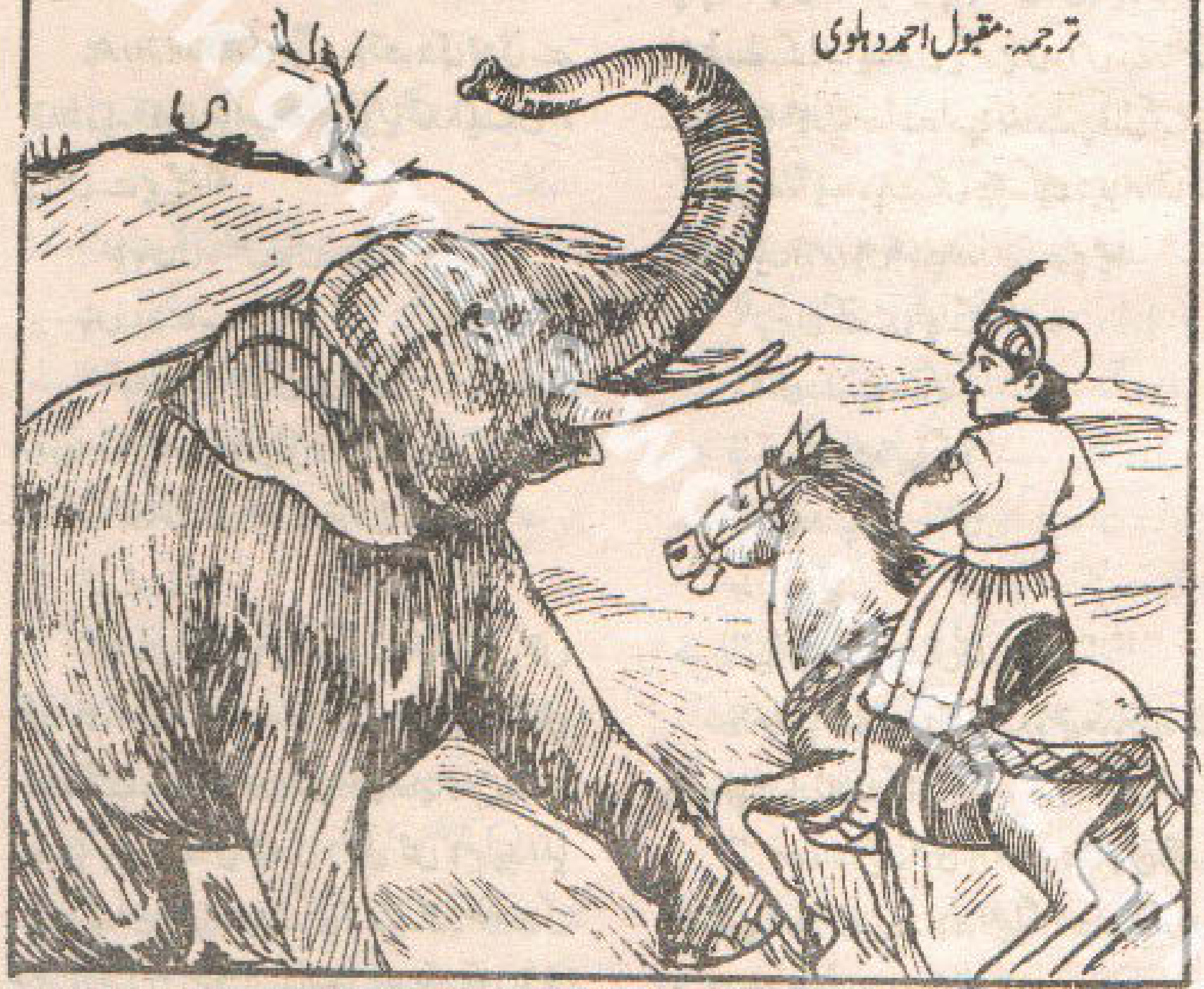
بادشاہ اور ملکہ اپنے بیٹے کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور شہزادے سعید نے تمام واقعات اپنے والدین کے سامنے بیان کئے۔ بادشاہ اور ملکہ نے شگفتہ کی بہت تعریف کی اور اپنے بیٹے اور شگفتہ کی شادی بڑی دُھوم دھام سے کی۔

کچھ دنوں کے بعد شہزادی رخشندہ نسیم نے اجازت لی اور راشد کے ہمراہ اپنے ملک بلگارستان کی طرف چل پڑی جہاں پر بلگارستان کے بادشاہ نے جب اپنی بیٹی کو دیکھا تو خوشی سے پاگل ہو گیا۔

تمام حالات سن کر بادشاہ نے راشد اور شہزادی رخشندہ نسیم کی شادی کر دی اور پورے آٹھ روز تک تمام ملک میں چراغاں کیا گیا۔ پھر سب لوگ ہنسی خوشی زندگی بسر کرنے لگے۔

ہاتھی دانت کا محل

ترجمہ: مقبول احمد دہلوی



برسوں پہلے یونان میں ایک شکاری رہتا تھا۔ اس کا ایک بیٹا تھا، جب شکاری مرنے لگا تو اُس نے اپنی بیوی کو بلایا اور کہا:

"شکار بہت مشکل کام ہے۔ اس کام میں میری ساری عمر گزری ہے۔ [illegible] گزری ہے۔ تمہارے بیٹے کو شکار کا بہت شوق ہے۔ وہ

میرے ساتھ کئی بار شکار پر گیا ہے۔ شکار بھی کھیلا ہے۔ چونکہ تکلیف دہ کام ہے۔ اس لئے اُسے ... اور کا شوق دلانا''......

چند روز بعد شکاری مر گیا۔ وقت بڑی تیزی سے گزرتا رہا۔ شکار کا بیٹا اب جوان ہو گیا تھا۔ ایک دن وہ اپنی ماں سے پوچھنے لگا:

''ابا جان کی رائفل کہاں ہے؟''

ماں نے جواب دیا:

''تمہارے ابا جان کی دلی آرزو تھی کہ تم شکاری نہ بنو کوئی اور کام سیکھو۔ شکاری کی زندگی کو ہر وقت خطرہ رہتا ہے۔ میرا کہنا مانو تو کوئی اچھا کام شروع کر دو''

لڑکے نے کہا:

''ابا جان! شکاری کی زندگی سے خوش کیوں نہیں تھے۔ مجھے تو شکار کھیلنے کا بہت شوق ہے۔ اس میں آدمی بہادر بنتا ہے۔ جان جوکھوں میں ڈال کر اپنا نام پیدا کرتا ہے۔ ابا جان نے بھی شکاری زندگی میں نام پیدا کیا ہے۔ سب اُن کی بہادری کے گن گاتے تھے۔ حکومت کی طرف سے انہیں خوفناک جانوروں کو ہلاک کرنے پر انعام بھی ملا تھا۔ وہ بہت بہادر اور نڈر انسان تھے۔ میں بھی اُن کا بیٹا ہوں۔ مجھے بھی شکار کا بہت شوق ہے۔ اب میں کوئی بچہ نہیں ہوں، رائفل چلانا جانتا ہوں''

یہ کہہ کر اُس نے باپ کی رائفل اُٹھائی اور چپ چاپ جنگل کی طرف چل پڑا۔ جنگل میں دیر تک شکار ڈھونڈنے کے بعد ایک ہرن پر نظر پڑی۔ اُس نے رائفل سے ہرن کا شکار کیا اور اُسے اپنے کندھے پر ڈال کر بیچنے کیلئے شہر لے آیا۔ وہ بازار میں بیچنے کیلئے بیٹھا ہوا تھا کہ بادشاہ کا ایک وزیر وہاں آ پہنچا اور اُس سے پوچھا:

''یہ ہرن کتنے میں بیچو گے؟''

شکاری کے بیٹے نے کہا:

''آپ کیا دام دیں گے؟''

''بیس روپے''

وزیر نے کہا۔

''یہ تو بہت کم ہیں۔ میں نہیں بیچوں گا''

وزیر کو یہ سُن کر بہت غصہ آیا۔ وہ سیدھا بادشاہ کے پاس پہنچا اور بادشاہ سے کہا:

''حضور والا! ایک آدمی بازار میں بیٹھا ہرن بیچ رہا ہے۔ آپ ضرور خریدیں۔ بہت اچھا گوشت ہے مگر دس روپے سے زیادہ قیمت نہ دیجئے''

بادشاہ نے شکاری کے بیٹے کو بلوایا۔ وہ ہرن لئے آ پہنچا تو اس نے پوچھا:

"کیا لو گے اس ہرن کا؟"

شکاری کے بیٹے نے کہا:

"جناب! آپ بہتر جانتے ہیں کہ اس کی قیمت کیا ہونی چاہیے"

"دس روپے کافی ہیں"

بادشاہ نے کہا۔ کس کی مجال تھی کہ بادشاہ سے تکرار کرلے۔ وہ اپنے شکار کے بہت کم دام سن کر چپ ہورہا۔ بادشاہ سے بحث فضول تھی۔ وہ انکار بھی تو نہیں کررہا تھا۔ غنیمت یہی تھا کہ جو کچھ بادشاہ ہرن کے دے رہا ہے وہ قبول کرلے۔ شکاری کا بیٹا دس روپے میں بادشاہ کو ہرن دے کر گھر چلا گیا۔ دوسرے دن بادشاہ نے شکاری کے بیٹے کو بلوایا اور کہا:

"ہم اپنے لئے ہاتھی دانت کا ایک محل بنوانا چاہتے ہیں۔ تم شکاری ہو۔ اس لئے ہم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ جنگل میں جاکر ہاتھیوں کا شکار کرو اور اُن کے دانت جمع کرکے ہمارے لیے محل تیار کراؤ"

شکاری کا بیٹا خاموش کھڑا رہا۔ تھوڑی دیر بعد بادشاہ نے کہا:

"چپ چاپ کیوں کھڑے ہو۔ بتاؤ تم یہ کام کرسکتے ہو یا نہیں اور اگر تم ہاتھیوں کا شکار کرکے ہمارے لئے محل بنوادو تو جان کی سلامتی ہے ورنہ تمہیں جان سے مار دیا جائے گا"

شکاری کے بیٹے نے کہا:

"جناب! یہ کام ضرور کروں گا"

یہ کہہ کر وہ گھر چلا گیا۔ گھر جاکر اس نے اپنی ماں سے کہا:

"اب میرا زندہ رہنا واقعی بہت مشکل ہے۔ بادشاہ نے اپنے لئے ہاتھی دانت کا محل بنانے کا حکم دیا ہے۔ یہ کام مجھ سے نہ ہوسکے گا اور بادشاہ ضرور مجھے مار ڈالے گا۔ مجھے ایک تھیلا اور تھوڑی سی روٹی دے دو۔ میں کہیں بھاگ نکلوں گا تاکہ بادشاہ کے آدمی مجھے گرفتار نہ کرسکیں"

اُس کی ماں نے کہا:

"تمہارے ابا نے واقعی ٹھیک کہا تھا کہ بیٹے کو کسی اور کام کا شوق دلانا۔ اب اپنے آپ کو مصیبت میں پھنسا دیا ہے۔ گھبراؤ مت، بہادر ہو اور اپنے باپ کا نام روشن کرنے کی کوشش کرو۔ تمہارے ابا کہا کرتے تھے کہ بڑے پہاڑ پر جو پانی کا چشمہ ہے وہاں بہت سے ہاتھی ہفتے میں ایک دن پانی پینے آتے ہیں۔ اگر بادشاہ نے ہماری مدد کی تو ہم اُن کے دانت نکال سکتے ہیں۔ ہم چشمے کا پانی نکال کر اُس میں شراب بھر [illegible]

شراب پئیں گے تو اُنہیں نشہ ہو جائے گا اور وہ سو جائیں گے۔ ہم آسانی سے اُن کے دانت نکال لیں گے"

یہ سُن کر شکاری کا بیٹا بہت خوش ہوا اور دوسرے دن وہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ:

"جناب! اگر مجھے شراب کے پچاس پیپے اور چند آدمی مل جائیں تو میں ہاتھی دانت جمع کر کے آپ کیلئے محل بنوا سکتا ہوں"

بادشاہ نے اُسے پچاس پیپے شراب اور چند آدمی دے دیئے۔ وہ یہ سب چیزیں ساتھ لے کر بڑے پہاڑ پر پہنچا اور چشمے کا پانی نکال کر اُس میں شراب بھر دی۔ پھر وہ خود اور اُس کے ساتھی جنگل میں چھپ گئے۔ ہاتھی آئے اور پانی میں شراب ملی ہوئی پی کر لڑکھڑانے لگے اور سب کے سب وہیں گر کر بے ہوش ہو گئے۔ شکاری کا بیٹا اور اُس کے ساتھی جنگل سے نکلے اور با آسانی اُنھوں نے ہاتھیوں کے دانت نکال لیے اور ہاتھی دانت لے کر اُنھوں نے بادشاہ کیلئے محل تیار کر دیا۔

وزیر نے جب دیکھا کہ شکاری کا بیٹا اِس امتحان میں بھی کامیاب رہا تو وہ جل گیا۔ اب اُس نے دل میں ٹھان لی کہ شکاری کے بیٹے کو مار کر ہی دم لے گا۔ یہ سوچ کر وہ بادشاہ کے پاس گیا اور کہا:

"حضور! اُتر کی طرف پہاڑوں میں سات بھائی رہتے ہیں۔ اُن کی ایک ہی بہن ہے بڑی خوبصورت، آپ اُسے اپنی ملکہ بنائیں اور اپنے نئے محل میں رکھیں تو آپ بہت خوش رہیں گے۔ شکاری کے بیٹے کو بھیجیے، وہ اُس کو لے آئے گا"

بادشاہ یہ سن کر بہت خوش ہوا۔ اُس نے شکاری کے بیٹے کو بلا کر حکم دیا کہ جاؤ اور پہاڑ سے اُس لڑکی کو لے آؤ۔ شکاری کے بیٹے کو اب یقین ہو گیا کہ یہ کام وہ نہیں کر سکے گا۔ گھر پہنچا۔ کچھ روٹی اور تھیلا لیا اور شمال کی طرف چل پڑا۔ اُسے کچھ معلوم نہ تھا کہ وہ کہاں جا رہا ہے اور نہ یہ خبر تھی کہ وہ پھر کبھی گھر لوٹ کر آئے گا بھی یا نہیں۔

چلتے چلتے وہ ایک دن ایک دریا کے کنارے پہنچا۔ اُس نے دیکھا کہ ایک آدمی وہاں بیٹھا پانی پی رہا تھا۔ وہ آدمی پانی پیتا جاتا تھا اور کہتا تھا کہ اُف میری پیاس ہی نہیں بجھی" اور یہ کہتے کہتے اُس نے اتنا پانی پیا کہ دریا سوکھ گیا۔ شکاری کا بیٹا یہ دیکھ کر بہت حیران ہوا اور اُس آدمی سے پوچھنے لگا:

"بھئی! یہ کیسی پیاس ہے جو بجھی ہی نہیں؟"

اُس آدمی نے کہا:

"ہاں میاں! ...

مصیبت یہ ہے کہ میں اکیلا ہوں۔ اِس سفر میں میرا کوئی ساتھی نہیں"......

شکاری کے بیٹے نے کہا:

"چلو میرے ساتھی بن جاؤ"

اور پھر وہ دونوں مل کر چلنے لگے۔ تھوڑی دُور گئے تو اُنہیں ایک آدمی ملا جس نے آگ جلا رکھی تھی۔ وہ آگ تاپا چلا جاتا تھا اور کہتا تھا اُف کتنی سردی ہے۔ شکاری کے بیٹے نے اُسے بھی اسی طرح اپنے ساتھ لے لیا۔ اب تینوں مل کر چلنے لگے۔ تھوڑی دُور گئے تھے کہ ایک آدمی ملا جو کھانا کھا رہا تھا۔ یہ آدمی سیروں کھانا چٹ کیے جاتا تھا اور کہتا تھا کہ اُف پیٹ نہیں بھرتا۔ شکاری کے بیٹے نے اُسے بھی ساتھ لے لیا۔ چاروں مل کر آگے بڑھے تو اُن کو ایک اور آدمی ملا۔ یہ آدمی زمین سے کان لگائے لیٹا تھا۔ اُس نے بتایا کہ وہ اس طرح زمین سے کان لگا کر ساری دنیا کی باتیں سن سکتا ہے۔ شکاری کے بیٹے نے اُسے بھی اپنا ساتھی بنا لیا۔ پانچوں مل کر آگے بڑھے تو اُنہیں ایک اور آدمی ملا۔ یہ آدمی لمبی لمبی چھلانگیں لگاتا اور دونوں ہاتھوں میں بڑے بڑے پتھر اُٹھا لیتا۔ اُنہیں زور سے پیچھے کی طرف پھینکتا اور اسی زور کے ساتھ آگے کی طرف چھلانگ لگاتا۔ شکاری کے بیٹے نے اُسے بھی اپنا ساتھی بنا لیا۔ اب یہ چھ کے چھ ساتھی آگے روانہ ہوئے۔ تھوڑی دُور گئے تو اُنہیں ایک اور آدمی ملا۔ یہ آدمی جب چاہتا زمین کو ہلا دیتا اور زلزلہ پیدا کر دیتا تھا۔ یہ بھی شکاری کے بیٹے کے ساتھ ہو گیا اور ساتوں مل کر آگے بڑھے۔

چلتے چلتے یہ ساتوں ساتھی اُس بڑے پہاڑ پر پہنچے جہاں وہ سات بھائی اپنی بہن کے ساتھ رہتے تھے۔ شکاری کے بیٹے اور اس کے ساتھیوں کو دیکھ کر ساتوں بھائی نکلے کہ اُنہیں مار ڈالیں مگر جب اُنہوں نے دیکھا کہ یہ ساتوں بھی خوب طاقتور ہیں تو لڑائی کا ارادہ ترک کر دیا اور اُن سے پوچھا کہ:

"تم لوگ یہاں کیوں آئے ہو؟"

شکاری کے بیٹے نے کہا:

"ہم تمہاری بہن کا پیام لے کر آئے ہیں۔ ہمارا بادشاہ اس سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ بادشاہ تمہاری بہن کو ہاتھی دانت کے محل میں رکھے گا"

شکاری کے بیٹے کے لہجے میں جرات تھی۔ چنانچہ اس پر ساتوں بھائی یہ سن کر گھر میں چلے گئے۔ شکاری کے بیٹے نے اپنے اُس ساتھی سے جو زمین سے کان لگا کر سب کچھ سن لیتا تھا کہا:

"ذرا سنو تو کیا باتیں کر رہے ہیں؟"

اُس آدمی نے زمین سے کان لگا کر سننے کے بعد کہا:

"وہ یہ ہے کہ پہلے وہ ہمیں کھانے سے بھرے ہوئے سات بڑے بڑے اخوان دیں گے۔ اگر ہم نے سارا کھانا کھا لیا تو وہ اپنی بہن کو ہمارے ساتھ بھیج دیں گے ورنہ نہیں"......

شکاری کا بیٹا یہ سن کر گھبرا گیا اور کہنے لگا:

"مگر ہم اتنا کھانا کیسے کھائیں گے؟"

اُس کے ساتھی نے جو ہمیشہ بھوکا رہتا تھا، کہا:

"میں جو ہوں، تم گھبراتے کیوں ہو"

تھوڑی دیر بعد ساتوں بھائی گھر سے باہر آئے اور اُن ساتوں کو اپنے ساتھ گھر میں لے گئے۔ وہاں اُنہوں نے کھانے سے بھرے ہوئے سات خوان اُن کے سامنے رکھ دیے۔ ساتوں نے مل کر کھانا کھانا شروع کیا۔ تھوڑی دیر میں چھ کا پیٹ بھر گیا اور وہ چپ چاپ بیٹھ گئے مگر ساتویں نے وہ سارا کھانا صاف کر دیا۔ مگر اس پر بھی وہ سات بھائی اپنی بہن کو حوالے کرنے کو تیار نہ ہوئے۔ اُنہوں نے ترکیبیں اپنے پرانوں کی نکالیں۔ پانی کے سات بڑے بڑے مٹکے لے کر آئے اور کہا کہ یہ سارا پانی پی لو تو ہم اپنی بہن کو تمہارے حوالے کر دیں گے۔ شکاری کے بیٹے کے ساتھی نے جو ہمیشہ پیاسا رہتا تھا، ساتوں مٹکوں کا پانی پی لیا اور پانی پی کر کہنے لگا:

"مجھے تھوڑا سا پانی اور پلاؤ۔ میں [illegible] پیاسا ہوں"

ساتوں بھائیوں نے ایک اور شرط پیش کی اور کہا کہ:

"ہمارا ایک گرم حمام ہے۔ تم میں سے کوئی ایک اُس کے اندر جا کر تھوڑی دیر بیٹھے تو ہم تمہاری بات مان لیں گے"

شکاری کے بیٹے کے اُس ساتھی نے جسے ہمیشہ سردی لگتی تھی، کہا:

"میں جاؤں گا اس حمام میں۔ میں تو سردی سے اکڑا جا رہا ہوں"

لڑکی کے بھائیوں نے حمام کو اس قدر گرم کر دیا تھا کہ کوئی بھی اُس میں جائے تو جھلس کر مر جائے۔ وہ آدمی اندر چلا گیا تو تھوڑی دیر تک سب اُس کی واپسی کا انتظار کرتے رہے مگر وہ نہ نکلا۔ اُس کی آواز آئی۔ اُنہوں نے حمام کا دروازہ کھول کر اندر جھانکا تو وہ چلایا۔

"دروازہ بند کرو۔ مجھے سردی لگ جائے گی۔ میرا پہلے ہی بُرا حال ہے"

جب وہ باہر آیا تو لڑکی کے

"تم لوگوں نے ہماری ساری شرطیں پوری کر دی مگر ابھی ایک شرط باقی ہے۔ اگلے پہاڑ پر ایک چشمہ ہے۔ تم میں سے کوئی شخص وہاں جائے اور چشمے میں سے تھوڑا سا پانی لے آئے۔ ہماری بہن بھی جا کر پانی لائے گی۔ اگر تمہارا آدمی ہماری بہن سے پہلے پانی لے آیا تو ہم ہارے اور تم جیتے" شکاری کے بیٹے کا وہ ساتھی جو چھلانگیں لگاتا تھا، تیار ہو گیا۔ اُس نے دو بڑے پتھر اُٹھا کر زور سے پیچھے کی طرف پھینکے اور ایک ہی چھلانگ میں اُس پہاڑ پر جا پہنچا۔ چشمے سے پانی لے کر وہ معمولی چال سے واپس آنے لگا۔

راستے میں اُسے وہ لڑکی مل گئی۔ وہ ابھی چشمے کی طرف جا رہی تھی۔ اُس آدمی نے لڑکی سے کہا:

"ہم جیت گئے اور تمہارے بھائی ہار گئے آؤ وہاں جانے سے پہلے تھوڑی دیر بیٹھ کر باتیں کریں"

لڑکی اُس کے پاس بیٹھ گئی مگر اُس آدمی کو باتیں کرتے کرتے نیند آ گئی۔ وہ سو گیا تو لڑکی نے اُس کی بوتل کا پانی اپنی بوتل میں اُنڈیل لیا اور گھر کی طرف واپس ہونے لگی۔

⟡⋯⋯⟡

جب اُس کے ساتھی کو گئے بہت دیر ہو گئی تو شکاری کے بیٹے کو فکر ہونے لگی۔ اُس نے اپنے ساتھی سے زمین کو کان لگا کر سننے کیلئے کہا۔ اُس نے زمین کو کان لگا کر سنا اور کہا:

"ہم ہار جائیں گے۔ ہمارا ساتھی راستے میں سو رہا ہے اور لڑکی اُس کی بوتل کا پانی لے کر واپس آ رہی ہے"

شکاری کے بیٹے کے اُس ساتھی نے جو زمین کو ہلا سکتا تھا، کہا:

"ٹھہرو! میں اُسے جگاتا ہوں"

یہ کہہ کر اُس نے زور سے زمین کو ہلایا تو وہ جاگ پڑا اور دیکھا کہ لڑکی اُس کا پانی لے کر چلی گئی ہے۔ اُس نے وہیں سے ایک چھلانگ لگائی اور لڑکی کو راستے میں جا لیا۔ اُس نے پانی چھین کر پھر ایک اور چھلانگ لگائی اور اپنے ساتھیوں سے آ ملا۔ شکاری کا بیٹا اور اُس کے ساتھی ساری شرطیں جیت چکے تھے۔ اِس لئے سات بھائیوں نے اپنی بہن اُن کے حوالے کر دی اور شکاری کا بیٹا اُس لڑکی اور اپنے ساتھیوں کو لے کر بادشاہ کے پاس پہنچا۔ بادشاہ اُسے دیکھ کر بہت خوش ہوا مگر وزیر اور بھی جل گیا۔ لڑکی نے پہلے بادشاہ کو، پھر وزیر کو اور پھر ہاتھی دانت کے محل کو غور سے دیکھا اور پھر بادشاہ سے پوچھا:

"اس محل کی ... تھے

"شکاری کا بیٹا"......

بادشاہ نے کہا۔

"اور محل کس نے بنوایا؟"

لڑکی نے پوچھا۔

"شکاری کے بیٹے نے"......

"اور مجھے پہاڑوں سے اتنا لمبا سفر کر کے کون لایا؟"

لڑکی نے پوچھا۔

"شکاری کا بیٹا"...... بادشاہ نے کہا۔

لڑکی نے پوچھا:

"جب شکاری کے بیٹے نے سب کچھ کیا ہے تو میں تم سے شادی کیوں کروں؟"

اور پھر اُس نے کہا:

"تمہارا وزیر بُری عادت کی سزا میں چوہا بن جائے اور تم بلی بن کر اُس کے پیچھے دوڑتے رہو"

لڑکی کا یہ کہنا تھا کہ وزیر چوہا بن گیا اور بادشاہ بلی بن کر اُسے پکڑنے کیلئے دوڑنے لگا۔ شہر کے لوگوں نے شکاری کے بیٹے کو اپنا بادشاہ بنا لیا۔ وہ بادشاہ سے پہلے ہی نالاں تھے اور وزیر اُنہیں تنگ کرتا رہتا تھا۔

شکاری کے بیٹے نے اُس لڑکی سے شادی کر لی اور دونوں مل کر ہاتھی دانت کے محل میں خوشی خوشی رہنے لگے۔ وہ اب اپنی ماں کو بھی محل میں لے آیا تھا۔ ماں لڑکی سے مل کر بہت خوش ہوئی۔ شکاری کا بیٹا اب ملک کا بادشاہ بن کر راج کرنے لگا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

☆ جس سے تم نفرت کرتے ہو اُس سے ڈرتے رہو۔

☆ برائی سے ناآشنا شخص برائی میں مبتلا ہو سکتا ہے۔

☆ جو پیچھے ہٹ گیا وہ پھر آگے نہیں بڑھے گا۔

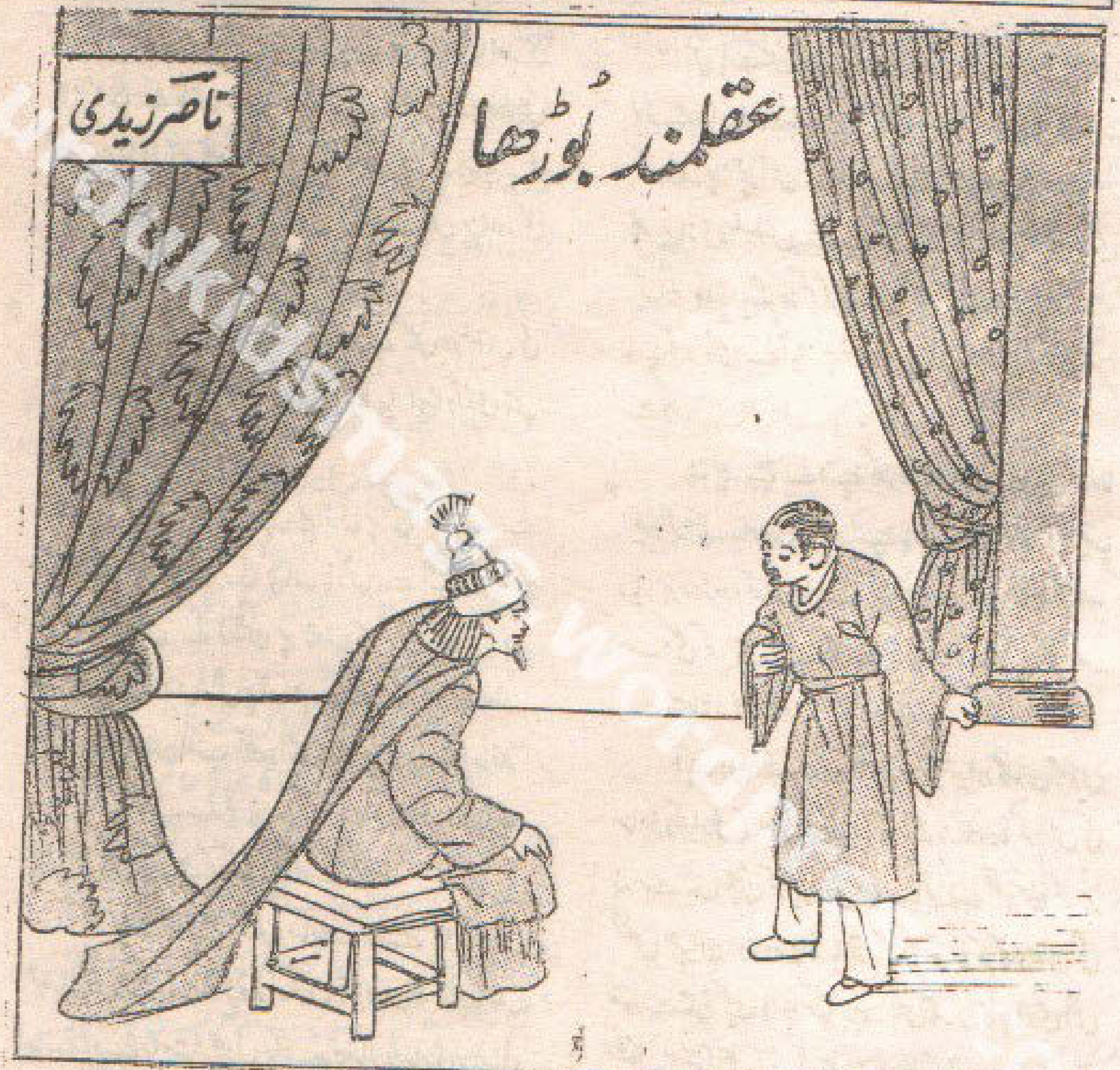
☆ شبہ کے ساتھ کھانا مانگنے سے بہتر ہے۔

☆ قبل اس کے کہ بزرگ بنو، علم حاصل کرو۔

مرسلہ: قاسم سلطان لاہور

عقلمند بُوڑھا

ناصر زیدی



یہ اُس زمانے کی بات ہے جب جاپان میں یہ دستور تھا کہ ایسے بوڑھے لوگوں کو جو کام کاج کرنے کے قابل نہ رہتے تھے، پہاڑوں پر بھیج دیا جاتا اور پھر اُن کو بالکل بھلا دیا جاتا۔

اُس زمانے میں ایک لڑکا تھا جو اپنے ماں باپ کا بہت فرمانبردار تھا۔ ماں باپ

کرتے تھے۔ جب اُس لڑکے کا باپ بوڑھا ہو گیا اور کسی کام کاج کے قابل نہ رہا تو ملک کے قانون کے مطابق اُسے پہاڑوں پر چھوڑنا ضروری ہو گیا۔ چنانچہ بیٹا باپ کو اپنے کندھوں پر اُٹھا کر پہاڑوں کی طرف چل پڑا اور کئی پہاڑی سلسلے طے کرتا ہوا دور تک نکل گیا۔

کندھے پر بیٹھا ہوا باپ راستے میں درختوں کی ٹہنیاں توڑ توڑ کر گراتا گیا تاکہ اُس کا پیارا بیٹا واپسی میں راستہ نہ بھول جائے۔

آخر ایک بہت اُونچی پہاڑی پر پہنچ کر لڑکے نے ایک ایسی جگہ تلاش کر لی جہاں بارش سے بھیگنے کا خطرہ نہیں تھا۔ اُس نے زمین پر پتوں کا فرش بچھا دیا اور بوڑھے باپ کو اس فرش پر آرام سے بٹھاتے ہوئے بولا:

"ابا جان! اب مجھے واپس جانا چاہیے۔ خدا حافظ"

تب باپ نے قریب کے ایک درخت سے ایک شاخ توڑی اور بیٹے کو دکھاتے ہوئے بولا:

"پیارے بیٹے! میں سارے راستے اسی قسم کی ٹہنیاں درختوں سے توڑ توڑ کر گراتا آیا ہوں تاکہ تم واپس جاتے ہوئے راستہ نہ بھول جاؤ۔ یہ ٹہنیاں تمہاری رہنمائی کریں گی اور تمہیں کسی طرح کی پریشانی کے بغیر گھر تک پہنچا دیں گی! جاؤ! تمہارا بھی خدا حافظ......"

یہ بات سُن کر لڑکے کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور بوڑھے باپ کو وہاں اکیلا چھوڑ کر واپس جانا گوارا نہ کر سکا۔ چنانچہ اُس نے اُسے دوبارہ کندھوں پر بٹھایا اور پھر پہاڑی سلسلوں سے نیچے اُترنے لگا۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ اگر ملک کے حاکم کو پتا چل گیا کہ بیٹا اپنے بوڑھے باپ کو واپس لے آیا ہے تو دونوں باپ بیٹوں کو سخت سزا ملے گی۔

چنانچہ بیٹے نے اپنے گھر کے پچھواڑے میں گڑھا کھود کر ایک غار سا بنایا اور اپنے باپ کو اُس غار میں چھپا دیا۔ ہر روز وہ کھانا پانی لے کر اُس غار میں جاتا تھا اور جب بھی گھر میں کوئی اچھی چیز پکتی تو اپنے باپ کا حصہ اُسے پہنچانا نہ بھولتا تھا۔

ایک دن ملک کے حاکم نے شہر شہر اور گاؤں گاؤں منادی کرا دی کہ سب لوگ راکھ کے رسے بنا کر اُس کی خدمت میں پیش کریں۔ یہ عجیب و غریب حکم سُن کر ہر شخص حیران اور سوچ رہا تھا کہ بھلا راکھ کو رسوں کی صورت میں کیسے بنایا جا سکتا ہے۔ اس گاؤں کا ہر آدمی اس مشکل مسئلے کو حل کرنے میں ناکام ہو گیا۔ ہوتے ہوتے جب لڑکے نے بوڑھے باپ سے اس مشکل کا ذکر کیا تو اُس نے کہا:

"ایک رسہ خوب مضبوطی سے بٹو اور اُس کو لوہے کے ایک تختے پر رکھ کر جلا لو"

بیٹے نے ایسا ہی کیا اور یوں راکھ کا رسہ بن گیا۔ پھر وہ رسہ لے کر حاکم کے پاس پہنچا اور اپنی ذہانت اور عقل مندی کا لوہا منوایا۔

اس کے کچھ عرصہ بعد حاکم نے اس لڑکے کو ایک عام سی لکڑی کا ایک کھمبا دکھایا اور حکم دیا کہ وہ کل تک یہ بتائے کہ اِس لکڑی کے کھمبے کے کس طرف اس درخت کی جڑ تھی جس سے یہ کھمبا بنایا گیا ہے؟

لڑکا یہ کھمبا لے کر گھر آیا اور باپ سے پوچھا:

"اب وہ کیا کرے؟"

باپ نے کہا:

"اس کھمبے کو آہستہ آہستہ پانی میں ڈالو۔ کھمبے کا وہ سرا جو آسانی سے پانی پر تیرنے لگے، درختوں کا پتوں والا سرا ہے اور وہ سرا جو پانی میں ڈوبنے لگے جڑ والا سرا ہے"

لڑکے نے باپ کی ہدایت پر عمل کیا اور نتیجے سے حاکم کو آگاہ کر دیا۔ اس مشکل مسئلے کو اِس قدر ذہانت اور ہوشیاری سے حل کر لینے پر حاکم نے لڑکے کی بہت تعریف کی۔

اس کے بعد حاکم نے ایک اور اُلجھا ہوا مسئلہ لڑکے کو حل کرنے کیلئے دیا جو پہلے دو مسئلوں سے زیادہ مشکل تھا۔ حاکم نے اُسے ایک ایسا ڈھول بنانے کیلئے کہا جس پر ضرب لگائے بغیر بھی آواز پیدا ہو سکے۔ لڑکے نے ایک بار پھر بوڑھے باپ سے مشورہ کیا۔ باپ نے فوراً کہا:

"اس سے زیادہ آسان بات تو کوئی ہے ہی نہیں۔ جاؤ! پہلے چمڑا خرید کر لاؤ۔ اِس کے بعد کسی پہاڑ پر سے شہد کی مکھیوں کا چھتہ اُتار کر لانا"

بیٹے نے باپ کے کہنے پر فوراً عمل کیا اور ایک ایسا ڈھول بنایا جس کے اندر شہد کی مکھیوں کا چھتہ تھا۔ جب ڈھول بن چکا تو باپ نے کہا:

"بس! اب یہ حاکم کے پاس لے جاؤ"

لڑکا یہ ڈھول لے کر بھاگا بھاگا حاکم کے پاس پہنچا۔ حاکم نے جب ڈھول کو چھوا تو شہد کی مکھیاں ڈھول کے اندر اُڑنے اور چمڑے سے ٹکرانے لگیں۔ اس طرح ڈھول میں سے آواز آنے لگی۔ حاکم نے لڑکے کی اتنے مشکل مسئلے کے حل کرنے پر بے حد تعریف کی اور اُس سے پوچھا کہ آخر اُس نے کیسے اِن مشکل مسئلوں کا حل ڈھونڈا؟ لڑکے نے جواب دیا:

"میں اپنی کم [illegible]

اور نہ ہی اتنا عقل مند کہ اِن [illegible]

سکتا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ میرے بوڑھے باپ نے میری مدد کی ہے اور یہ اُنہیں کا کارنامہ ہے جو اپنی زیادہ عمر اور زیادہ تجربے کی وجہ سے عقل کی دولت سے بھی مالا مال ہیں"۔

یہ کہتے ہوئے لڑکے کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور پھر اُس نے سب کچھ سچ سچ بتا دیا۔ اُس نے کہا:

"میں اپنے باپ کو پہاڑوں پر اکیلا نہیں چھوڑ سکا کیونکہ مجھے اُن سے بے حد محبت ہے۔ میں اُنہیں واپس لے آیا اور اب اپنے گھر کے پچھواڑے میں غار میں چھپا رکھا ہے"......

لڑکے کی یہ کہانی سن کر حاکم بہت متاثر ہوا اور بولا:

"مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ بوڑھے لوگ اتنے دانا اور عقل مند ہوتے ہیں۔ آج کے بعد کسی شخص کو یہ اجازت نہیں ہوگی کہ وہ اپنے بوڑھے ماں باپ کو پہاڑوں کے دامن میں اکیلا بھٹکنے کیلئے چھوڑ آئے"......

کہتے ہیں بچو! اس کے بعد بوڑھے لوگ بھی جوان لوگوں کے ساتھ ہنسی خوشی زندگی گزارنے لگے۔

آپ کو بھی اپنے بڑے بوڑھوں کی قدر کرنی چاہیے، یہ لوگ بڑے قیمتی ہوتے ہیں۔ بہرحال بچو! اس طرح جاپان کی یہ قدیم کہانی اختتام پذیر ہوئی۔

انمول ہیرے

☆ مسکراہٹ کے پردے میں اپنا غم چھپا لو تو زندگی اچھی بسر ہوگی۔

☆ دنیا میں علم سے بڑھ کر کوئی اور دولت نہیں ہے۔

☆ اگر کوئی بچہ غلط ماحول میں رہے تو وہ برائی کی طرف مائل ہو جائے گا۔

☆ جنگل کے پھول کسی مالی کے محتاج نہیں ہوتے۔

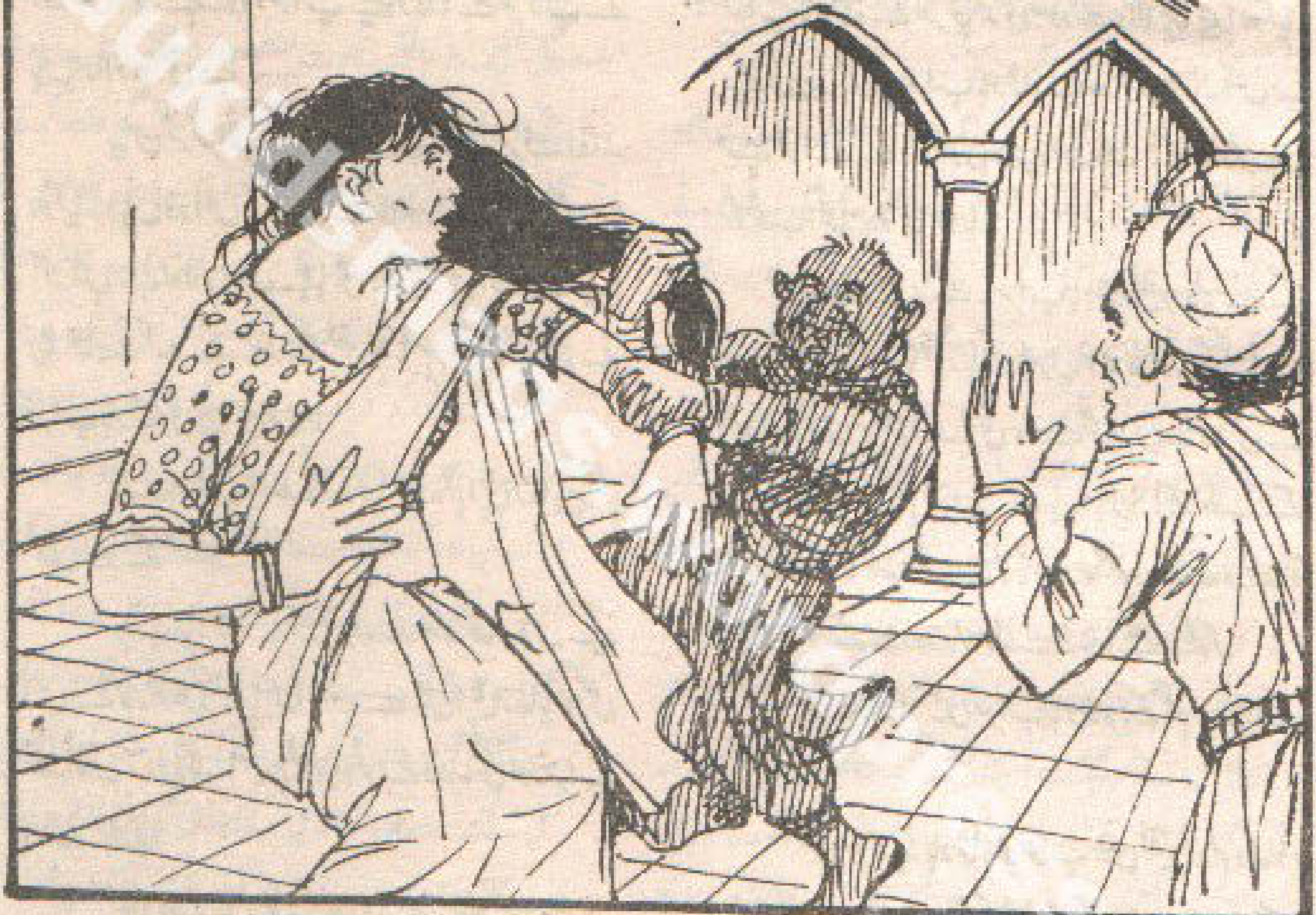
☆ جس دل میں برداشت کی ہمت ہو وہ کبھی شکست نہیں کھاتا۔

☆ سادگی ایک ایسی چیز ہے جو آپ کا وقار بڑھاتی ہے۔

مرسلہ: سلیم اختر ساحلی لاہور

بدصورت شہزادہ

تحریم فاطمہ



ملک گالر کا بادشاہ سراب بڑا ظالم تھا۔وہ اپنی رعایا پر بلا وجہ ظلم کرتا تھا۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے اِس ظلم کی اُسے یہ سزا ملی تھی کہ وہ اولاد کی نعمت سے محروم تھا۔اُس کی شادی کو کئی برس بیت گئے تھے لیکن اُس کے ہاں کوئی بچہ نہیں ہوا تھا۔اولاد کے سلسلے میں سراب بادشاہ ہر وقت پریشان رہتا تھا اور فقیروں کی منت سماجت کرتا تھا۔

ایک دفعہ اُس کے ایک درباری نے اُس سے کہا:

"بادشاہ سلامت! کاچی پہاڑ پر ایک بوڑھا درویش رہتا ہے۔ وہ اگر آپ کیلئے دُعا مانگے تو آپ کے ہاں اولاد ہو سکتی ہے"......

یہ سن کر سراب بادشاہ کاچی پہاڑ کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہاں وہ اُس درویش سے ملا اور اُس کے آگے رویا کہ میں بے اولاد ہوں۔ بابا جی دُعا کریں اللہ مجھے ایک بیٹا عنایت کر دے۔ بوڑھے فقیر کا نام دولم تھا۔ اُس نے سراب بادشاہ کی بپتا سنی تو بولا:

"اے سراب! وعدہ کرو کہ آئندہ تم اپنی رعایا پر ظلم نہیں کرو گے"......

سراب بادشاہ کیونکہ ضرورت مند تھا۔ اس لیے اُس نے فوراً وعدہ کر لیا کہ آئندہ سے میں اپنی رعایا کو کبھی تنگ نہیں کروں گا۔ اس پر فقیر دولم نے دُعا مانگی اور سراب بادشاہ سے کہا:

"جاؤ اب میں نے دُعا دی ہے۔ اللہ تمہیں ضرور بیٹے سے نوازے گا مگر اتنا یاد رکھنا کہ اگر تم نے اپنے ملک کے باشندوں پر ظلم کیا تو تمہارا بیٹا بھوت بن جائے گا"......

سراب بادشاہ یہ سن کر ڈر گیا اور پریشان دل کے ساتھ واپس لوٹ آیا۔

کرنا خدا کا کیا ہوا کہ فقیر دولم کی دُعا منظور ہوئی اور سراب بادشاہ کے گھر چاند سی صورت والا بیٹا پیدا ہو گیا۔ بیٹے کی پیدائش پر سراب بادشاہ بے حد خوش ہوا۔ اُس نے اپنے خزانے کے منہ کھول دیئے اور ملک کے تمام غریبوں کو خوب انعام واکرام دیا۔

بارہ برس گزر گئے۔ سراب بادشاہ فقیر دولم سے کیے ہوئے وعدے پر قائم رہا مگر پھر اپنا وعدہ بھول گیا۔ اُسے کیونکہ لوگوں پر ظلم کرنے کی عادت تھی اس لئے اُس نے دوبارہ رعایا پر ظلم شروع کر دیا۔ اِس کے ملک کے باشندوں نے جب سراب کو پھر سے ظلم ڈھاتے دیکھا تو پریشان ہو گئے اور رو رو کر اللہ سے دُعا مانگنے لگے کہ:

"اے اللہ! ہمیں سراب بادشاہ کے ظلم سے نجات دلا"......

تبھی سراب بادشاہ کو خواب میں فقیر دولم دکھائی دیا۔ دولم نے سراب بادشاہ کو اُس کا وعدہ یاد دلایا اور کہا کہ اگر تم نے بے قصور بندوں پر ظلم ڈھانا بند نہ کیا تو یاد رکھو، تمہیں بہت سخت سزا ملے گی۔ جواب میں سراب بادشاہ نے دولم سے کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔ اللہ مجھے قطعی سزا نہیں دے

الفاظ سنے تو وہ غصے سے لال سرخ ہوگیا۔ اُس نے غضبناک ہو کر کہا:

''سراب بادشاہ! تم نے میری بات نہیں مانی تو جاؤ آج سے رویا ہی رویا کرو گے''......

یہ کہہ کر دولم غائب ہوگیا۔ اُسی وقت سراب بادشاہ کی آنکھ کھل گئی۔ جاگ اُٹھنے پر وہ گھبرا گیا کہ یہ میں نے خواب کے اندر کیا غلطی کر دی ہے۔ خوامخواہ فقیر دولم کو ناراض کر لیا ہے۔ اب کیا ہوگا، کہیں سچ مچ مجھ پر کوئی مصیبت نازل نہ ہو جائے۔ یہ سوچ کر وہ کاچی پہاڑ کی طرف بھاگا تاکہ فقیر دولم سے معافی مانگ لے۔ لیکن وہاں پہنچ کر اُس نے دیکھا کہ فقیر دولم پہاڑ چھوڑ کر کہیں اور چلا گیا تھا۔ سراب بادشاہ نے پورا پہاڑ چھان مارا مگر دولم نے نہ ملنا تھا نہ اُسے ملا۔ اِس پر سراب بادشاہ کے پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔ وہ وہیں سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ اُس کے درباری اُسے ڈھونڈتے ہوئے وہاں آ گئے۔ انہوں نے اُسے بتایا کہ اُس کا بیٹا شہزادہ تاج بھوت بن گیا ہے۔

سراب بادشاہ اِس اطلاع کو سن کر زار و قطار رونے لگا۔ اب کچھ نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اُس نے خود یہ مصیبت مول لی تھی۔ دولم فقیر سے وعدہ کرنے کے باوجود دوبارہ اپنی رعایا پر ظلم توڑنے لگا تھا۔

وہ زار و قطار روتا محل میں آیا تو اُس کا سامنا اپنے بیٹے شہزادے تاج سے ہوگیا جس کی شکل بہت خوفناک ہوگئی تھی۔ وہ بالکل بھوت معلوم ہوتا تھا۔ سراب بادشاہ بیٹے کو دیکھ کر پہلے تو خوفزدہ ہوگیا۔ پھر آگے بڑھ کر پیار کرنے لگا۔ اِسی وقت شہزادہ تاج سراب بادشاہ کے چہرے پر ناخن مارنے لگا جس سے سراب بادشاہ زخمی ہوگیا اور اُس کا خون بہنے لگا۔ سراب بادشاہ نے بڑی مشکل سے خود کو شہزادے تاج کے ہاتھوں سے بچایا۔

شہزادہ تاج سے جان بچا کر سیدھا وہ محل کے تہہ خانے کو بھاگ گیا اور کنڈی اندر سے لگا کر تہہ خانے میں بیٹھ گیا۔

کچھ دیر گزر جانے کے بعد جب اُس نے دیکھا کہ شہزادہ تاج اُس کے تعاقب میں نہیں آیا تو وہ تہہ خانے سے نکل آیا۔ باہر آ کر اُس نے اپنی ملکہ کی چیخ و پکار سنی۔ ملکہ اُسے ہی آوازیں دے رہی تھی۔ چنانچہ وہ دوڑتا ہوا ملکہ کے کمرے میں چلا گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ ننھے شہزادے تاج نے اپنی ماں کے سر کے بال مٹھیوں میں لے رکھے تھے اور اُنہیں زور زور سے جھٹکے دے رہا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر سراب بادشاہ تیزی سے اپنی بیوی کی مدد کیلئے بڑھا۔ تبھی شہزادے [illegible]

بڑھ کر اپنے والد سراب بادشاہ کو گھونسے اور تھپڑ مارنے لگا۔ اُس کے گھونسے اور تھپڑ جونہی سراب بادشاہ کو لگے اُس کی چیخیں نکل گئیں کیونکہ شہزادے تاج کے گھونسوں اور تھپڑوں میں بہت زیادہ طاقت تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے کسی پہلوان نے تھپڑ مارے ہوں۔

گھونسے اور تھپڑ کھا کر سراب بادشاہ دوبارہ تہہ خانے کی طرف دوڑ گیا۔ جاتے جاتے وہ اپنی ملکہ کو بھی ساتھ لیتا گیا۔ تہہ خانے میں جا کر اُس نے ملکہ سے کہا:

''اب کیا کریں۔ شہزادہ تاج تو ہم دونوں کا دشمن ہو گیا۔ اس کو کیسے سمجھائیں کہ ہم تمہارے ماں باپ ہیں''

جواب میں ملکہ نے غصے سے کہا:

''جب فقیر دولم نے آپ سے وعدہ لیا تھا کہ آئندہ رعایا پر ظلم نہیں کریں گے۔ پھر کیوں کرنے لگے تھے ظلم۔ اب تو فقیر دولم ہی ہمیں شہزادے کے ہاتھوں سے بچا سکتا ہے۔ آپ سچے دل سے فقیر دولم کو پکاریں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ آپ کی پکار سن کر آ جائے۔ تب آپ اُس سے معافی مانگ لیجیے''......

سراب بادشاہ کو ملکہ کی یہ رائے پسند آئی۔ چنانچہ اُس نے سچے دل سے فقیر دولم کو پکارا۔ فقیر دولم اُس وقت اس جگہ سے سات سو کوس دور تھا۔ اس کے باوجود اُس نے سراب بادشاہ کی آواز سن لی۔ پہلے تو اُسے سراب بادشاہ کے بلانے پر بہت غصہ آیا۔ لیکن پھر وہ بادشاہ کی مدد کرنے چل پڑا۔ جتنی دیر میں وہ سراب بادشاہ کے پاس پہنچتا، اتنی دیر میں شہزادہ تاج تہہ خانے کے دروازے پر پہنچ گیا اور تہہ خانے میں داخل ہونے کیلئے دروازہ توڑنے لگا۔ وہ بہت غصے میں دکھائی دیتا تھا۔ لگتا تھا کہ وہ تہہ خانے میں داخل ہوتے ہی اپنے ماں باپ کو ہلاک کر دے گا۔ ایک تو وہ ویسے ہی بھوت بن گیا تھا اُوپر سے غصے کی وجہ سے اس کی شکل اور بھی خوفناک معلوم ہوتی تھی۔ قریب تھا کہ وہ دروازہ توڑ دیتا، فقیر دولم وہاں پہنچ گیا جسے دیکھتے ہی شہزادہ تاج واپس بھاگ گیا۔

فقیر دولم نے سراب بادشاہ سے پوچھا:

''بتاؤ! کیا چاہتے ہو۔ تم نے میرے ساتھ وعدہ خلافی کی ہے۔ اب روتے کیوں ہو۔ میں نے تم سے وعدہ لیا تھا کہ رعایا پر ظلم نہ کرنا مگر تم باز نہیں آئے۔ اب تمہارا بیٹا ایک ہی طریقے سے ٹھیک ہو سکتا ہے''......

سراب بادشاہ اور اُس کی ملکہ نے پوچھا:

''وہ کس طرح؟''

فقیر دولم نے کہا:

''تم دونوں میں سے ایک کو جان کی قربانی دینا

ہو گی۔یا تم مرو یا تمہاری ملکہ۔تب جا کے شہزادہ تاج کو اس مصیبت سے نجات حاصل ہو گی"

فقیر دولم کی یہ شرط سن کر سراب بادشاہ اور ملکہ کے چہرے کا رنگ اُڑ گیا۔آخر سراب بادشاہ بولا:

"میرا بیٹا کیونکہ میری وجہ سے بھوت بنا ہے لہٰذا میں ہی اُس کیلئے جان کا نذرانہ پیش کروں گا"

یہ کہہ کر اُس نے زور سے تلوار مار کر اپنی گردن کاٹ لی اور مر گیا۔اُس کے مرتے ہی شہزادہ تاج پھر سے خوبصورت ہو گیا۔خوبصورت ہو جانے کے بعد وہ باپ کی جگہ گالو ملک کا بادشاہ بن گیا اور رعایا کے ساتھ بہت پیار سے رہنے لگا۔رعایا نے بھی اُس کے بادشاہ بن جانے پر سکھ کا سانس لیا۔وہ بھی اُس سے پیار کرنے لگی۔

چند برس گزر جانے کے بعد شہزادہ تاج جوان ہو گیا۔جوان ہو کر وہ اور بھی زیادہ نیک اور اچھا ثابت ہوا۔اُس کی شہرت دور دور تک پھیل گئی جس پر بہت سے ملکوں کے بادشاہ اُسے اپنا داماد بنانے کی پیشکش کرنے لگے۔

شہزادہ تاج کی ابھی شادی نہیں ہوئی تھی کہ ایک رات وہ اپنے محل سے غائب ہو گیا۔صبح جب لوگوں کو پتہ چلا کہ اُن کا پیارا بادشاہ محل سے غائب ہے تو وہ سٹپٹا گئے۔ اُنہوں نے سوچا کہ جو بادشاہ ہمارے شہزادے کو اپنا داماد بنانا چاہتے تھے ضرور اُنہی میں سے کسی نے اُسے اغوا کرایا ہے۔چنانچہ اُنہوں نے اردگرد کے سارے ملکوں میں اپنے جاسوس بھیج دیئے مگر جاسوسوں نے واپس آکر بتایا کہ شہزادہ اُن میں سے کسی ملک میں نہیں ہے۔اس پر لوگ بڑے پریشان ہوئے۔آخر وہ فقیر دولم کے پاس گئے اور اُس سے بولے:

"بابا جی! ہمارا بادشاہ کسی نے اغوا کرلیا ہے"

فقیر دولم نے حساب کتاب لڑا کر پوچھنے والوں کو بتایا کہ آپ کا بادشاہ شہزادہ تاج نونی چڑیل نے اغوا کیا ہے۔وہ شہزادے تاج کی خوبصورتی سے متاثر ہو گئی ہے اور اُس کے ساتھ شادی کرنا چاہتی ہے۔یہ اطلاع دینے کے بعد فقیر دولم نے آگے کہا:

"نونی چڑیل تاکو جنگل میں رہتی ہے اور اُسے وہی شخص مار سکتا ہے جس کے دونوں ہاتھوں میں چھ چھ انگلیاں ہوں"......

لوگوں نے دولم کے منہ سے نونی چڑیل کا نام سنا تو ڈر کے مارے چیخیں مارنے لگے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ نونی چڑیل [illegible] اور اُسے کوئی انسان شکست نہیں دے سکتا۔شہر [illegible]

باطوی نے اعلان کرادیا کہ جس شخص کے ہاتھوں میں چھ چھ انگلیاں ہوں وہ فوراً مجھے ملے۔

تین روز گزر گئے لیکن کوئی شخص بھی وزیراعظم کے پاس نہ پہنچا۔ آخر چوتھے روز ایک میلے کچیلے کپڑوں والا نوجوان لڑکا وزیراعظم کے پاس آیا اور بولا:

"جناب میرے دونوں ہاتھوں میں چھ چھ انگلیاں ہیں۔ فرمائیے مجھ سے آپ کیا کام لینا چاہتے ہیں؟"

وزیراعظم باطوی نے اس لڑکے کے ہاتھ دیکھے تو واقعی اُن میں چھ چھ انگلیاں تھیں۔ اس پر باطوی بڑا خوش ہوا اور بولا:

"پیارے بیٹے! تمہیں نونی چڑیل کو قتل کر کے اُس کی قید سے بادشاہ سلامت کو آزاد کرا کے لانا ہوگا۔ اس کام میں اگر تم کامیاب ہو گئے تو تمہیں منہ مانگا انعام ملے گا۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ نونی چڑیل کو صرف بارہ انگلیاں رکھنے والا انسان ہی ہلاک کر سکتا ہے"......

اس غریب نوجوان نے جو انعام کا سنا تو بہت خوش ہوا اور اُسی وقت نونی چڑیل کو مارنے کیلئے روانہ ہو گیا۔ ٹاکو جنگل کی جانب جاتے ہوئے وہ غریب نوجوان راستے میں فقیر دولم سے ملا۔ فقیر دولم نے اُس سے اُس کا نام پوچھا۔ لڑکا بولا:

"باباجی! میرا نام شاجو ہے اور میں ایک بوڑھے غریب کسان کا بیٹا ہوں"

جواب میں فقیر ہنس پڑا۔ اُس نے شاجو سے کہا:

"میں نے تمہیں پہچان لیا ہے۔ بہرحال تم میری یہ چھڑی لے جاؤ۔ یہ تمہیں ہر مصیبت سے نجات دلائے گی۔ نونی چڑیل تمہیں واپس بھگانے کیلئے بہتری کوشش کرے گی مگر تم ہمت نہ ہارنا۔ جب بھی نونی چڑیل تمہیں مارنے کی کوشش کرے تم اس چھڑی کو تین بار ہوا میں لہرانا۔ پھر یہ چھڑی تمہیں اپنی حفاظت میں لے لے گی اور تمہیں کچھ نہیں ہوگا"......

فقیر دولم سے چھڑی لے کر شاجو خوش خوش نونی چڑیل کو مارنے چل دیا۔ ٹاکو جنگل کے پاس پہنچا تو اُس نے بہت سارے اژدھاؤں کو بڑھتے دیکھا۔ وہ اژدھے اُسے ہی کھانے کیلئے آرہے تھے لہٰذا شاجو نے چھڑی کو تین بار ہوا میں لہرا دیا۔ اُس کے ایسا کرنے سے چھڑی کی نوک سے زہریلا دھواں نکل کر اژدھوں کی طرف گیا جس سے سارے اژدھے مر گئے۔ اس کے بعد شاجو ٹاکو جنگل میں داخل ہوا۔ اُس پر بارہ ببر شیروں نے حملہ کر دیا۔ شاجو اگر ہوشیار نہ ہوتا تو شیروں کی ٹولی اُس کی تکا بوٹی کر دیتی تھی لیکن چو

ببر شیروں کے حملہ کرنے سے پہلے ہی اُس نے فقیر دولم کی دی ہوئی چھڑی تین بار ہوا میں لہرا دی۔ اب کی بار اس چھڑی کی نوک سے آگ نکلی اور سیدھی ببر شیروں کی طرف گئی۔ ذرا سی دیر میں وہ تمام ببر شیر اس آگ کی وجہ سے جل کر راکھ ہو گئے۔

ببر شیروں سے فارغ ہونے کے بعد شاجو نے نونی چڑیل کو آواز دی۔ اُس نے زور سے چڑیل کو پکارا:

''اے کم بخت چڑیل! تم میں ہمت ہے تو میرے سامنے آؤ۔ میں تمہیں سزا دینے آیا ہوں۔ تم نے ہمارے بادشاہ کو اغوا کر کے اچھا نہیں کیا''

اُس کی آواز جب جنگل میں گونجی تو اُسے نونی چڑیل اور شہزادے تاج نے بھی سن لیا۔ شہزادہ تاج تو شاجو کی للکار سے خوش ہوا پر نونی چڑیل غصے سے لال پیلی ہو گئی۔ وہ انتہائی بدصورت چڑیل تھی۔ اُس کے دانت، کان اور ناک بے حد لمبے تھے۔ آنکھیں مکھی کی آنکھوں جیسی تھیں۔ وہ شہزادے تاج کو مخاطب کر کے بولی:

''دیکھو شہزادے تاج! میں تمہیں آخری موقع دے رہی ہوں میرے ساتھ شادی کرنے کی حامی بھر لو۔ نہیں تو مرنے کیلئے تیار ہو جاؤ، کسی غلط فہمی میں نہ رہنا۔ یہ جو کوئی تمہارا حمایتی آیا ہوں، میں ابھی اِسے سبق سکھاتی ہوں''

مگر شہزادے تاج پر اُس کی دھمکی کا کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ چپ چاپ رہا جس پر نونی چڑیل غضبناک لہجے میں بولی:

''کوئی بات نہیں، تم میرے ساتھ شادی نہیں کرنا چاہتے۔ میں ابھی واپس آ کر تمہیں سبق سکھاتی ہوں۔ پہلے تمہارے حمایتی کا مزاج درست کر آؤں''

یہ کہہ کر اُس نے غار کے منہ کے آگے بڑا سا پتھر رکھ دیا تا کہ شہزادہ تاج غار سے باہر نہ نکل سکے اور شاجو کو مارنے کیلئے اِدھر چل دی جدھر سے شاجو کی آواز آئی تھی۔ نونی چڑیل اُس وقت غصے سے کانپ رہی تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ جیسے وہ جاتے ہی شاجو کو کھا جائے گی۔

کچھ دیر بعد وہ شاجو کے سر پر پہنچ گئی اور دانت نکال کر اُسے کھانے لگی مگر اس سے پہلے ہی شاجو نے فقیر دولم کی چھڑی کو ہوا میں تین بار گھما دیا جس کی وجہ سے چھڑی کی نوک سے زہریلا تیر نکل کر نونی چڑیل کی سمت تیزی سے بڑھا۔ نونی چڑیل نے تیر کو اپنی طرف آتے دیکھا تو جلدی سے چیونٹی بن گئی اور شاجو کی طرف بھاگی۔

اُدھر شاجو نے جب نونی چڑیل کو نگاہوں سے اُوجھل ہوتے دیکھا تو سمجھ گیا کہ اُس نے بہروپ بدل لیا ہے لہٰذا اُس [illegible]

چھڑی کی نوک سے طوفان جیسی تیز ہوا خارج ہوگئی۔ اس آندھی نے نونی چڑیل کو جو چونٹی بنی ہوئی تھی اُڑا کر قریب کی جھیل میں گرادیا۔ نونی چڑیل اس جھیل کے پانی میں غوطے کھانے لگی تو چیونٹی سے مینڈک بن گئی۔

اتنی دیر میں شاجو نے چھڑی کو پھر تین بار ہلا دیا۔ اُس کے ایسا کرتے ہی چھڑی کی نوک سے ایک بڑا سانپ نکلا اور سیدھا جھیل میں جا گرا۔ اس سانپ نے جھیل کے پانی میں گرتے ہی اس مینڈک کو کھالیا۔ اس طرح نونی چڑیل کا خاتمہ ہوگیا۔ اُس کے مرتے ہی غار کے منہ پر رکھا ہوا پتھر ایک طرف ہٹ گیا اور شہزادہ تاج آزاد ہوگیا۔ وہ آزاد ہوتے ہی اُس شخص کو تلاش کرنے لگا جس نے اُسے نونی چڑیل سے رہائی دلائی تھی۔ جلد ہی اُسے شاجو مل گیا جسے دیکھ کر شہزادہ تاج اُس کا شکریہ ادا کرنے لگا۔

تب شاجو نے اپنے سر پر باندھی پگڑی اُتار دی اور شہزادے تاج کو بتایا کہ وہ تو اصل میں ایک لڑکی ہے۔ چنانچہ شہزادے تاج نے بوڑھے کسان کی اس بیٹی سے شادی کرلی اور پھر سب ہنسی خوشی رہنے لگے۔

روشنی کا سفر

☆ جو انسان عقل مندی کی دولت سے سرفراز ہوتا ہے کبھی شکست نہیں کھاتا۔

☆ سفر کے دوران اپنے سے کمزوروں کی مدد کرنا افضل عبادت ہے۔

☆ کسی دوسرے انسان کا بھلا کرتے وقت یہ سوچو کہ تم اپنا ہی بھلا کر رہے ہو۔

☆ اخلاقیات کے اعلیٰ ترین اُصولوں پر عمل کرنے والے انسان ہمیشہ مطمئن رہتے ہیں۔

☆ کفر، بے راہ روی اور الحاد پن انسان کو تباہی کے گڑھے میں گرا دیتا ہے۔

☆ بزرگانِ دین کی کہی ہوئی باتوں پر عمل کرو ہمیشہ کامیاب و کامران ہوگے۔

☆ معاشرے کو برائیوں سے پاک کرنے کیلئے جہاد کرنا ہر انسان کا فرض ہے۔

☆ بیمار انسان کی اچھے طریقے سے بیمار پرسی آدھی بیماری ختم کر دیتی ہے۔

☆ ہمیشہ بولو تو منہ سے پھول جھڑیں تاکہ سننے والا متاثر ہو۔

رحم دل پری

تحریر: کشور سلطانہ



کسی گاؤں میں ایک کسان رہتا تھا۔ اُس کے کوئی اولاد نہ تھی۔ ایک بیوی تھی وہ بھی اندھی۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک دن کسان فصل کاٹ رہا تھا کہ اُس کا پاؤں کسی چیز سے ٹکرا گیا۔ وہ کیا دیکھتا ہے کہ اُس کے پاؤں کے [illegible] ایک [illegible] کے سوراخ میں ایک [illegible]

نکال کر کھولا تو اُس میں لکھا تھا کہ اِس جگہ سے زمین کو کھو دو۔ کسان نے پہلے تو بڑے تعجب کا اظہار کیا۔ پھر کچھ سوچ کر اُس نے وہاں سے زمین کھودی تو اُس کی نظر ایک تالے پر پڑی۔ کسان نے خدا کا نام لے کر وہ چابی تالے میں لگائی۔ تالا کھل گیا۔ تالا جس دروازے میں لگا ہوا تھا' کسان نے مٹی ہٹا کر اُسے کھولا تو سامنے ایک خوبصورت باغ نظر آیا۔ کسان بہت حیران ہوا اور آہستہ سے باغ کے اندر داخل ہوا۔ اچانک ایک طرف سے کسی کے رونے کی آواز کان میں پڑی۔ کسان اُس طرف بڑھا۔ اُس نے وہاں ایک پری کو دیکھا جو رو رہی تھی۔ کسان کا دل بھر آیا' بولا:

"اچھی پری! تم کیوں روتی ہو؟"

پری بولی:

"خدا کے واسطے پہلے تم مجھے یہاں سے نکالو۔ پھر بات کروں گی۔"

کسان بولا:

"باغ کا دروازہ کھلا ہے' تم ابھی باہر جا سکتی ہو۔"

یہ سن کر پری کے آنسو تھم گئے۔ دونوں باہر نکل آئے۔ پری نے کہا:

"مجھے ایک دیو نے یہاں قید کر رکھا تھا۔ میں سات سال سے اُس کی قید میں تھی۔ خدا تمہارا بھلا کرے ورنہ میں تو قید خانے میں پڑی سڑ جاتی۔"

پھر بولی:

"خیر اب چونکہ تم نے میرے ساتھ بھلائی کی ہے۔ میں بھی کچھ بدلہ چکانا چاہتی ہوں۔"

یہ کہتے ہوئے چند بال کسان کو دے کر بولی:

"یہ تم اپنے پاس رکھو۔ جب کبھی میری ضرورت پڑے تو اِن میں سے ایک بال کو ذرا سی آگ دکھا دینا' میں حاضر ہو جاؤں گی۔"

یہ کہہ کر وہ اُڑ گئی۔ کسان نے دیکھا کہ وہ دروازہ اور باغ غائب ہو گیا ہے۔

کچھ دنوں بعد کسان کا کھیت زمیندار نے لے لیا۔ اُسے پری کا خیال آیا۔ اُس کے بال کو آگ دکھائی' سچ مچ پری آگئی۔ کسان نے پری کو سارا قصہ سنایا۔ اُس نے تالی بجائی۔ ایک دیو حاضر ہو گیا۔ اُس سے بولی:

"تم کسان کے بھیس میں فلاں زمیندار کے پاس جاؤ اور اُس سے کہو کہ وہ کھیت جو فلاں کسان سے تم نے لیا ہے اُسے واپس کر دو ورنہ اچھا نہ ہوگا۔"

وہ دیو سلام کر کے چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد واپس آ کر بولا: ......"وہ آدمی

پری نے کہا:

"اچھا میں خود اُس کے پاس جاتی ہوں۔ اس غریب آدمی کی ہمیں ضرور مدد کرنی چاہیے"

پری جب اُس زمیندار کے پاس گئی تو وہ حیران ہوا کہ میرے پاس یہ پری کیونکر آ گئی۔ پری نے اُسے اپنے آنے کا سبب بتایا۔ وہ بولا:

"آپ اس کسان کی کیوں سفارش کرتی ہیں؟"

وہ بولی:

"اے زمیندار! جب انسان انسان کے کام نہیں آتا تو خدا مظلوم کی مدد کیلئے فرشتے بھیج دیتا ہے۔ اگر تم نے انکار کیا تو یاد رکھو اس کا نتیجہ اچھا نہ ہوگا"

زمیندار کو یاد آ گیا کہ کس طرح اُس کسان سے اُس نے وہ کھیت چھین کر اپنے ایک عزیز کو دے دیا تھا حالانکہ وہ غریب برسوں سے اس میں کھیتی باڑی کر کے اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پالتا تھا۔ بولا:

"اچھی پری! میں وہ کھیت اس کسان کو دے دوں گا"

پری نے یہ خوشخبری کسان کو دی اور اُسے کچھ نقدی بھی دی جسے پا کر کسان بہت خوش ہوا۔ پری نے کہا:

"میں اب جاتی ہوں"

کسان اپنا کھیت پا کر پھر محنت مزدوری میں لگ گیا۔

لطائف کی برسات

محمد علی لاہور

ابو جان (بیٹے سے) "بیٹا! ٹائم دیکھو"

بیٹا: "ابو ٹائم کیسے دیکھوں، سوئی ایک جگہ ٹھہرتی ہی نہیں"

☆☆☆☆☆

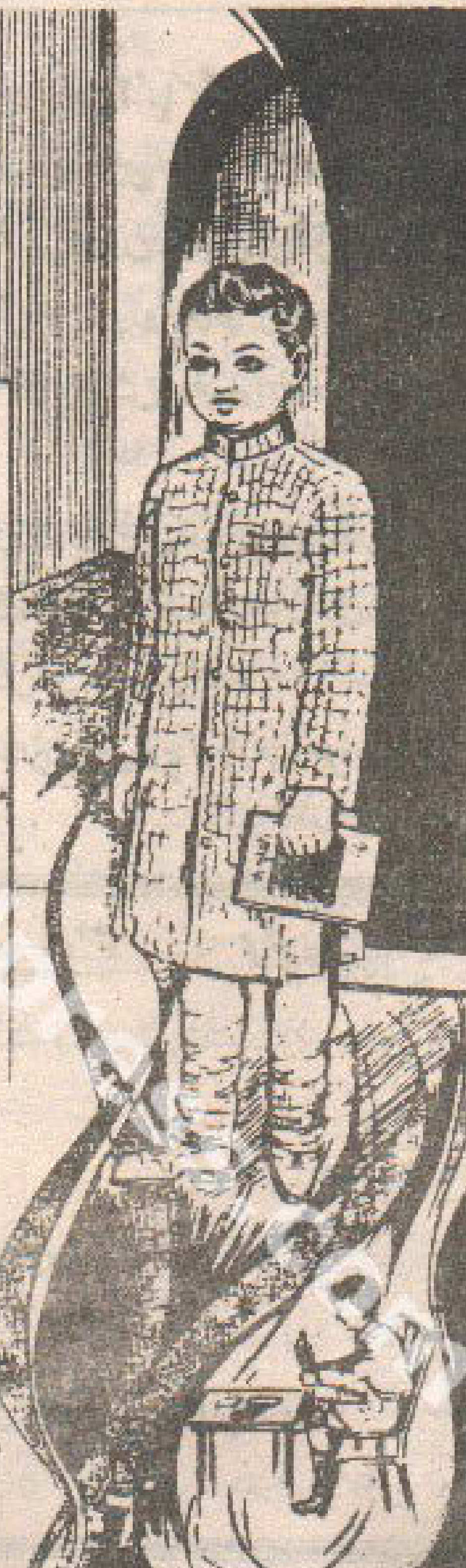
ایک آدمی چلتی ہوئی ٹرین پر چڑھنے لگا تو ریلوے گارڈ نے اُسے پکڑ لیا اور بولا:

"آپ کو معلوم نہیں کہ چلتی ہوئی ٹرین میں چڑھنا جرم ہے"

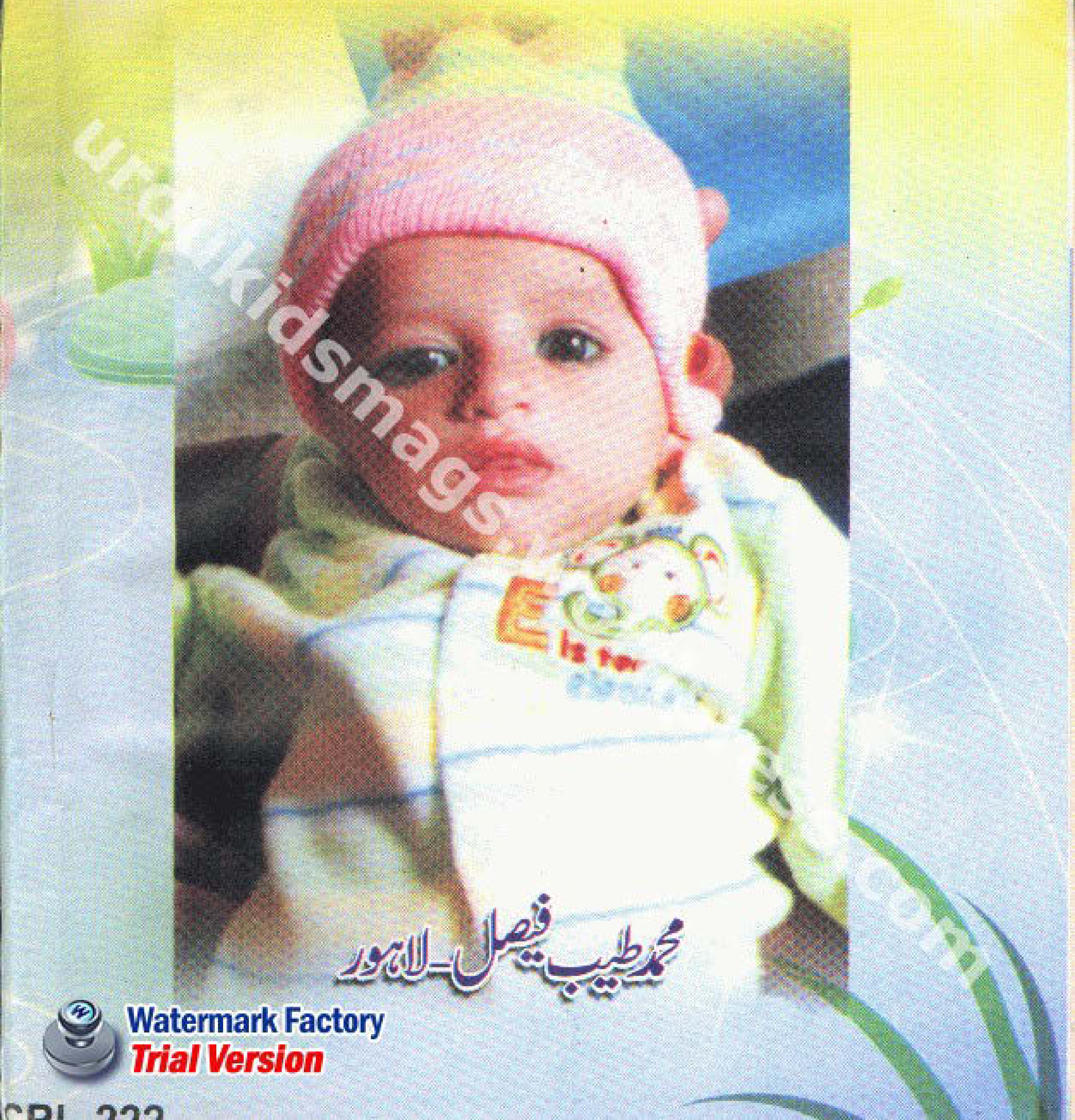
اتنے میں ٹرین کا آخری ڈبہ آ گیا اور گارڈ بھاگ کر چڑھنے لگا۔ اس آدمی گھسیٹ کر اُسے پکڑ لیا اور بولا:

"واہ میاں واہ! مجھے تو منع کر رہے ہو اور خود یہ کام کر رہے ہو"......

علم کی پری



کہیں خالد حسن تھا ایک لڑکا — بہت ہی خوبصورت سا حسین سا
بڑی ہمت تھی اس میں حوصلہ تھا — طبیعت میں بہت ہی ولولہ تھا
اسے تعلیم کا تھا شوق بے حد — اک اس کے ماسٹر تھے دل محمد
جو کرتے تھے بہت تعریف اس کی — جو کرتے تھے بہت توصیف اس کی
وہ کہتے تھے یہ کرتا ہے صفائی — ادا یہ بھی بھلی اس کی ہے بھائی
تمام اسکول میں بس یہ ہے بچہ — نہیں ہوگا کہیں بھی ایسا بچہ
ہے چہرے پر بہت ہی نور اس کے — مگر ماں باپ ہیں مجبور اس کے
نہیں ہے پاس پیسہ ان کے اتنا — کہ ہے تعلیم کو درکار جتنا
مگر اس میں ہے غربت کا سلیقہ — بھلا ہے خرچ کرنے کا طریقہ
بھری ہے اس کی فطرت میں سعادت — ملی ہے اس کو قدرت سے محبت
یہ سب کے مرتبے پہچانتا ہے — بڑوں کی اپنے عزت جانتا ہے
کتابوں سے ہے اپنی پیار اس کو — یہ جب بھی ہاتھ میں لیتا ہے جس کو
بہت ہی ہلکے پھلکے سے ہے لیتا — اسی صورت سے پڑھ کر رکھ بھی دیتا
نہیں ہے کچھ بھی جو لیں ماں باپ [illegible] — [illegible]
اب اس کا امتحاں ہے ہونے والا — یہ [illegible]


محمد طیب فیصل - لاہور